آئینہ مظاہر علوم
جنوری ۲۰۲۴ء
جلد 33 شمارہ 1

ماہنامہ آئینہ مظاہر علوم

سہارنپور (یوپی)

زیر سرپرستی

حضرت مولانا محمد سعیدی حفظہ اللہ

ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

مدیر مسئول
محمد ریاض الحسن مظاہری

مدیر تحریر
ناصر الدین مظاہری

دفتر ماہنامہ آئینہ مظاہر علوم (وقف)
مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

MONTHLY
Aaina-e-mazahir Uloom (WAQF)
SAHARANPUR PIN-247001 (U.P.) INDIA

ICICI BANK A/C 019101001261 IFSC CODE ICICI0000191
UBI A/C 4093010100,23072 IFSC CODE UBIN0540935
UBI A/C 4093010100,23075 FCRA CODE 136690015

Website : www.mazahiruloom.org
E-Mail : mazahiruloom@gmail.com
9557424474

آئینۂ مضامین

عنـــاوین	مقالات	مقاله نگار	صفحہ
اداریـــہ	دعوت احتساب	ناصر الدین مظاہری	۳
مقالات	آیات قرآنی پر اعتراضات	مولانا عقیدت اللہ قاسمی	۱۰
// //	دینی تعلیم اور مدارس کی اہمیت	مولانا سید ابوالحسن علی حسنیؒ ندوی	۱۶
// //	اسلام کا فطری نظام	مولانا سرفراز خان صفدرؒ	۲۲
// //	ڈاڑھی اور اسلام	مفتی ندیم احمد انصاری	۲۸
حالات حاضرہ	سربراہان عرب سے دردمندانہ گزارشات	دکتور سفر الحوالی	۳۱
معاشرہ	’’بے چارہ داماد‘‘	ناصر الدین مظاہری	۴۶
نئی کتاب	فتاویٰ سعیدیہ طباعت کے مراحل میں	(ادارہ)	۴۸

◯ دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ کیلئے اول فرصت میں زرتعاون ارسال فرمائیں۔

☆ مقالہ نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

☆ جواب طلب اُمور کیلئے جوابی لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

☆ ناقابل اشاعت مضامین کی واپسی ادارہ کے ذمہ نہیں ہے۔

☆ شائع شدہ اشتہارات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ سالانہ زرتعاون 200/روپے.....دیگر ممالک: 25/امریکی ڈالر

طابع ناشر، مدیر مسئول: محمد ریاض الحسن۔ **مطبع:** فاروقی پرنٹنگ پریس دہلی۔

اشاعت: دفتر آئینۂ مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدا بہ صحرا

دعوتِ احتسَاب

ناصر الدین مظاہری

جس دور میں ہم لوگ سانس لے رہے ہیں اس کو مختصر لفظوں میں ''دورِ قحط الرجال'' کہا جا سکتا ہے، کوئی مجلس، کوئی جماعت، کوئی تنظیم، کوئی ادارہ اور کوئی سوسائٹی ایسی نہیں ہے جس کو کام کے افراد کی کمی کا احساس اور شکوہ نہ ہو۔

اگر غائرانہ نظر ڈالی جائے تو اس احساس کے شاکی، افراد کی کمی کے لئے شکوہ سنج اور کام کے افراد نہ ملنے کی شکایت سب سے زیادہ مسلمانوں کو ہے اور یہ بھی ناقابل انکار سچائی ہے کہ سب سے کم شکوہ یہودیوں کو ہے۔ پوری دنیا کے کل یہودی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں، لیکن ان کی سوچ، فکر ونظر کی وسعت، منصوبہ بندی، اتحاد و یکجہتی اور ایک دوسرے کیلئے ہمدردی ومروت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ پوری دنیا میں اگر کہیں بھی کسی یہودی مفادات یا یہودی شخص کسی بھی ناگہانی آفت سے دوچار ہوتا ہے تو غاصب وقابض ملک اسرائیل اپنے تمام تر وسائل اور ذرائع کا استعمال کرکے اس کا پائدار حل تلاش کر لیتا ہے، لیکن مسلمان حکومتیں، بااقتدار شخصیتیں اور باا ثر مسلمان دنیا کے کسی بھی ملک اور خطہ کے مسلمانوں کی انفرادی یا اجتماعی مشکل کا حل تلاش کرنے میں یکسر ناکام نظر آتے ہیں، حالانکہ مسلمانوں کی اپنی ستاون (۵۷) حکومتیں ہیں، ان کے اپنے مالیاتی ذخائر اور معدنیاتی خزینے ہیں، تیل، گیس، پیٹرول، سونے اور چاندی کے معادن انھیں کے پاس ہیں، دنیا کی سب سے بڑی مجموعی فوجی طاقت بھی مسلمانوں کے پاس ہے، دنیا کے اہم راستے، ہوائی اور زمینی گزرگاہیں بھی مسلمانوں کے پاس ہیں لیکن ان سب کے باوجود ہمارا کوئی وجود اور عالمی سوسائٹی میں ہمارا کوئی شمار نہیں ہے...... آخر اس کی وجہ کیا ہے......؟

وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے اپنے ''مسلمان'' ہونے کے احساس کو کھو دیا ہے، ایک مؤمن کیلئے سب سے بڑا جو سرمایہ ہوتا ہے اس سرمایہ سے ہم دست بردار ہو گئے ہیں، ہمارے پاس اڑنے کیلئے جو دست وبازو تھے، پرواز کیلئے جو فضائیں تھیں، ان سب پر غیروں نے قبضہ جما لیا اور ہم اِسی خوش فہمی کا شکار بنے رہے کہ سب کچھ ہمارے پاس ہے، ہم نے حالات کا رونا رونے کو فرضِ منصبی تصور

کرلیا،اسلام اور مسلمانوں پر جبر وتشدد کو مسلم حکومتوں کے سر تھوپ کر خاموش ہوگئے ،معاش ومعاد کے معاملہ میں اللہ پر تکیہ کرنے کے بجائے عالمی اور سوئس بینکوں پر بھروسہ کر بیٹھے،اپنی جماعت اور جمعیت کو متحد کرنے کے بجائے ہم خود اغیار کی جماعت کا رُکن بن گئے،اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کے بجائے دوسروں کے رحم وکرم پر اپنی زندگی گزارنے کو دانائی اور حکمت عملی سمجھ بیٹھے،اپنی پارٹی بنانے کے بجائے ہم خود دوسروں کی پارٹیوں میں ضم ہوگئے ،اپنا وجود ثابت کرنے کے بجائے دوسروں کے وجود کو ثابت کرنے میں لگ گئے ،اپنی اسلامی تنظیمات،دینی مدارس،قرآنی مکاتب اور روحانی خانقاہوں کو آباد کرنے کے بجائے ہم ان ہی کو مطعون اور ہدف تنقید بنانے لگے۔

ہماری یہ باتیں لفاظی نہیں،نہ ہی لفظوں کا ہیر پھیر ہیں،ہر لفظ کی ایک کہانی اور ہر جملے کی ایک داستان دل خراش ہے جو انتہائی کرب انگیز اور غمناک ہے۔

آپ سوشل میڈیا پر جائیں وہاں آپ کو یہی نظریات پڑھنے کو ملیں گے......آپ عالمی رائے عامہ پر نظر کریں ہر جگہ اپنے ہی اپنوں سے باہم دست وگریباں ملیں گے......سیاست کے کوہ ہمالہ کے پہلے زینے پر ہی ہم نے قدم رکھا اور اس کو برا کہنا شروع کردیا......تجارت کی الف باء سے واقف نہیں اور علمی موشگافیوں سے مفکر اسلام بن گئے......فیس بک کے علاوہ ایک بھی کتاب نہیں پڑھی اور خود کو دانشور سمجھنے لگے......فرائض کی ادائیگی ہو نہیں پاتی اور مستحبات پر انگلیاں اٹھانے لگے......قرآن کریم کا اردو ترجمہ ہم سے ہو نہیں سکتا اور تفسیر بالرائے کے خواب سجانے لگے......مکتب ہم سے صحیح طور پر چلایا نہیں جاتا اور جامعات پر نکیر کرنے لگے......زکوۃ ہم سے نکلتی نہیں اور مدارس کے نظام طعام وقیام پر نقد وتنقید کرکے دل کی بھڑاس نکالنے لگے......گھروں میں ہماری چلتی نہیں اور مساجد کے اماموں کو اپنا غلام سمجھنے لگے......اپنی اولاد شتر بے مہار ہے اور ماتحت ملازمین کی زندگیاں اجیرن کئے ہوئے ہیں......اپنے ماں باپ کی خدمت ہو نہیں پاتی دوسرے بزرگوں کے لئے مستقل فنڈ کی بات کرتے ہیں......اپنی بچیاں بازاروں کی زینت بنی ہوئی ہیں اور محراب سے ہم پردہ کی رٹ لگائے ہوئے ہیں......اپنے گھر والے ہم سے ناخوش ہیں اور معاشرہ میں خوشنما انقلاب کی ڈفلی بجانے سے نہیں تھکتے......اپنے گھروں کا نظام درست نہیں مگر دوسرے اداروں،مدرسوں اور مسجدوں میں مشورے دیتے نہیں تھکتے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ہم اپنی ہی سوسائٹی کے لئے اجنبی، ناکارہ اور عضو معطل تصور کئے جانے لگے، پرواز کے لئے ہزاروں وسعتیں، فضائیں اور افق و آسمان ہونے کے باوجود ہمارا عرصہ حیات ہم پر تنگ ہوگیا۔

آج دنیا میں ہر اہم معاشی نظام پر یہودیوں کا قبضہ ہے...... پوری دنیا کا سب سے طاقتور ادارہ میڈیا یہودیوں کے قبضہ میں ہے...... پوری دنیا کا سب سے مالدار عالمی بینک یہودیوں کا ہے...... امریکہ کے سرکاری یا نیم سرکاری ہر بڑے شعبہ کی سربراہی یہودی کرتا ہے...... امریکی جاسوسی نظام سے لے کر دنیا کے ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ملکوں کے فوجی نظام کو یہودیوں کے مشاق تربیت یافتہ فوجیوں سے ٹریننگ مل رہی ہے۔

دنیا بھر کے مذکورہ کلیدی شعبہ جات پر مکمل یہودی گرفت کی وجہ کیا ہے؟ وجہ جاننے کے لئے تاریخ کے صفحات کو پلٹنا ہوگا۔

۵۸۶ قبل مسیح میں بخت نصر نے یہودیوں کا قتل عام کرایا تھا...... ۱۲۹۰ء میں برطانوی حکومت نے برطانیہ سے یہودیوں کو نکال باہر کیا...... ۱۳۹۴ء میں فرانس میں یہودیوں کا قتل عام اور جلاوطنی ہوئی...... ۱۳ مارچ ۱۴۹۲ء میں اسپین کی سرزمین بھی یہودیوں کیلئے تنگ ہوگئی اور وہاں سے بھی یہودیوں کو جلاوطن ہونا پڑا...... ۱۵۴۰ء میں نابولی (اٹلی) میں یہودیوں کو بے تحاشہ مارا اور جلاوطن کیا گیا۔

مشہور عیسائی ظالم حکمراں ہٹلر کو بھی یہودی خباثتوں اور چیرہ دستیوں کا بخوبی علم تھا...... اس نے محسوس کیا کہ روئے زمین پر اس قوم سے زیادہ مفسد، فتنہ پرداز، عیار و مکار اور ظالم و جابر کوئی اور قوم نہیں ہے چنانچہ ہٹلر نے یہودیوں کی ایک بڑی جمعیت کو جو لاکھوں پر مشتمل تھی بے دریغ قتل کرادیا یہ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۴۵ء کے درمیان کی بات ہے...... جلاوطنی، نقل مکانی اور قتل عام کے یہ تمام واقعات عیسائی ملکوں اور عیسائی قوموں کے ذریعہ وجود میں آئے جب کہ مسلمانوں نے یہودیوں کو ہر زمانہ میں بہت زیادہ مراعات دیں...... چنانچہ اسپین میں مسلمانوں نے جو مراعات دے رکھی تھیں ان پر مستقل ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے لیکن یہودی ہمیشہ اپنے محسنوں کے لئے آستین کا سانپ ثابت ہوئے ہیں جس کا خمیازہ آج ہم مسلمان ''فلسطین'' میں بھگت رہے ہیں۔

اِن مسلسل قتل عام سے بچ جانے والے مٹھی بھر یہودی اپنی جان بچاتے اور دم دباتے دنیا کے طول وعرض میں بھاگتے پھرے، انھیں نہ تو کہیں جائے قرار مل سکی اور نہ ہی راہ فرار میسر آسکی، لیکن جو یہودی جہاں بھی تھا آپس میں ایک دوسرے سے مربوط رہا نتیجہ کے طور پر ۱۸۹۷ء میں سوئزرلینڈ کے شہر باسل میں ۳۰۰/ اہم یہودی رہنما جمع ہوئے اور پوری دنیا کو اپنی مٹھی میں لینے کا دستور العمل طے کیا، اس دستور کو عام اصطلاح میں ’’یہودی پروٹوکول‘‘ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اس پروٹوکول کے مطابق کام شروع ہوا، منصوبہ بندی، حکمت علمی، رازداری جو کسی بھی مقصد کو پانے میں کلید کی حیثیت رکھتی ہے اس کو ہمہ وقت پیش نظر رکھا گیا اور اس رزلٹ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے۔(اقوام متحدہ بھی یہودی مفادات کے تحفظ کیلئے قائم ہوا ہے جس کے تمام اہم شعبہ جات یہودیوں کے پاس ہیں۔

یہودیوں نے اپنی شکست کا بدلہ کتنی حکمت اور تدبیر سے لیا کہ دوسری تمام قومیں ’’ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم‘‘ کا مصداق بن گئیں۔ لیکن مسلمان جو ہر دور میں ظلم کا شکار رہا...... ہر عہد میں اس پر غیروں نے شکنجہ کسا...... ہر ظالم حکمراں نے گاجر مولی کی طرح کاٹا...... ہر زلزلہ مسلمانوں کی گردنوں پر گرا...... لیکن مسلمان خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوا...... اور...... ہم اپنے کردار و عمل سے دوسروں کو مرعوب کرنے کے بجائے خود ہی مرعوب ہو گئے۔

ایک بار حضرت خالد بن عبدالرحمٰن بغداد آئے تو ابوجعفر منصور بغدادی نے آپ سے پوچھا کہ آپ تو خلفاء بنوامیہ میں تشریف لاتے رہے ہیں بتایئے کہ ان کے اور میرے دور حکومت میں کیا فرق ہے اور آپ نے راستے میں مختلف صوبوں کے عاملین کو کیسا پایا؟

حضرت خالدؒ نے برجستہ فرمایا کہ میں نے تمہارے عاملین (افسران) کو دیکھا جن کے مظالم کی انتہا نہیں ہے، حالانکہ بنوامیہ کے عہد میں کوئی ظلم نہیں تھا۔

منصور عباسی نے یہ بچا تلا اور حق جواب سن کر ندامت کے احساس سے گردن جھکالی اور کچھ دیر کے بعد سر اٹھایا اور گویا ہوا کہ اچھے عمال (افسران) نہیں ملتے، ہم کیا کریں؟

حضرت خالدؒ نے فرمایا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ حاکم کی مثال ایک بازار کی سی ہے جس میں وہی مال آتا ہے جو اس میں چلتا ہے، اگر وہ نیک ہوتا ہے تو مقربین اس کے

پاس نیک لوگوں کو لاتے ہیں اور اگر وہ بدکار ہوتا ہے تو مقربین اس کی خدمت میں بدکاروں کو پیش کرتے ہیں۔

اللہ کے رسولؐ کا ارشادعالی اعمالکم عمالکم (جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی تمہارے حکمراں) اپنی جگہ بالکل برحق ہے، ہمارے اعمال کی نحوست سے حکمراں متعین ہوتے ہیں ''شامت اعمالِ ماصورت نادر گرفت'' ایک مسلمہ اصول ہے۔

اگر کسی شخص کو پرکھنا ہوتو اس کیلئے سب سے اہم نکتہ ہمارے اکابر نے یہ فرمایا ہے کہ اس کے مصاحبین اور مجلس نشین پر نظر کرو، اگر مجلس میں عارفین کی آمد زیادہ ہے تو ایسا شخص اپنے وقت کا عارف ہوگا، اگر اس کی مجلس میں علماء اور اہل علم کی کثرت سے آمد ہوتی رہتی ہے تو ایسا شخص نیک اور صالح عالم ہوگا، اہل علم کی مجلس میں زرداروں اور دنیاداروں کی آمد زیادہ ہوتی ہوتو ایسا شخص عالم دین نہیں طالب دنیا ہوگا۔ جو عالم مالداروں کے پاس آتا جاتا ہو اس سے دور رہنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

کام کے آدمی نہ ملنے کا شکوہ، وہ بھی ''خیرامت'' میں کس قدر افسوسناک ہے، ہندوستان میں سرکاری اعداد وشمار کے مطابق کل ۲۹ ہزار ۸۷ مدارس ہیں اگر ہر مدرسہ سے سال میں صرف ایک قاری اور ایک عالم پیدا ہو جائے تو ۲۹ ہزار ۸۷ قراء اور ۲۹ ہزار ۸۷ علماء ہو جائیں گے۔ اس حساب سے صرف دس سال میں ایک لاکھ نوے ہزار سات سواسی (۱۹۰۷۸۰) علماء اور قراء ہمارے درمیان اپنی شاندار لیاقتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ موجود ہوں گے۔

غیر سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ہندوستان میں ۳۵ ؍کروڑ مسلمان ہیں، اگر فی صد مسلمانوں پر ایک کام کا آدمی تیار ہو جائے تو ۳۵ ؍لاکھ کام کے افراد ہمارے درمیان ہو سکتے ہیں، اس سے بھی زیادہ وسعت سے کام لیا جائے اور فی ہزار مسلمانوں پر ایک ہی کام کا فرد مان لیا جائے تب بھی یہ تعداد ۳ ؍لاکھ پچاس ہزار ہو جائے گی جو ظاہر ہے کہ ایک بڑے ملک کو چلانے اور کسی بھی نظام عمل کو سنبھالنے کی کفیل ہو سکتی ہے۔

ایک عیسائی ملک میں یہودیوں کی اہم کتاب ''تلمود'' پر پابندی لگائی گئی تو یہودیوں نے اپنے بچوں کو تلمود کو حفظ کرانا شروع کر دیا۔

یوپی کی حکومت نے اردو ٹیچروں کی تقرریاں شروع کیں تو اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے

بہت سے کافرمطلق نے اردوداں اور اردواداروں سے رجوع کیا کہ انھیں اردو سکھادی جائے تاکہ اردو ٹیچرس میں ان کا بھی نام آسکے۔

حج بیت اللہ جو خالص اسلامی شعار ہے لیکن کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ہندوستان میں حج کے امور کا سب سے کلیدی عہدہ غیر مسلم کے پاس ہوتا ہے۔

اسی طرح ہندوستان میں اوقاف کی اہم حیثیت ہے اور تیسرے نمبر پر سب سے بڑی جائداد اوقاف کی ہے لیکن مجموعی طور پر ان کی دیکھ ریکھ کے لئے کلیدی عہدے غیروں کے پاس ہیں۔

ہندوستان میں سکھ شاید سب سے کم ہیں لیکن طاقت اور روزگار کے اعتبار سے سب سے آگے ہیں۔

امت کو کبھی بھی گفتار کے غازیوں کی ضرورت نہیں رہی ہر دور میں کردار کے غازیوں کی جستجو رہی ہے، لیکن آج آپ کو شاندار قسم کے مقرر مل جائیں گے لیکن خوشخط تحریر والا عالم مشکل سے ملے گا......اسٹیج کا شاندار عالم میسر ہوگا لیکن مسند حدیث کا محدث نہ ملے گا......اجتماعات کا شاندار خطیب اور کتابوں کا لاجواب ادیب مل جائے گا لیکن دو سطریں انگلش میں ترجمہ کرنے والا مترجم جلدی نہ ملے گا...... اردو اخبارات کے پورے پورے صفحات بھر دینے والا انشاء پرداز مل جائے گا لیکن ریلوے اور بینک اکاؤنٹ کھلوانے میں فارم کی خانہ پری کے لئے دوسروں کا محتاج نظر آتا ہے...... دور مت جائیں ہندی ہمارے ملک کی زبان ہے لیکن خالص ہندی زبان میں تقریر کرنے والا مسلم دیندار مقرر مشکل سے ملے گا، انگریز داں شخص سے گفتگو کرنے کی نوبت آجائے تو بڑے بڑے بغلیں جھانکتے نظر آتے ہیں؟ ہمارے تمام مدارس عربی تعلیم کے لئے وجود میں آتے ہیں لیکن کسی بھی مدرسہ میں عربی وفود آجائیں تب پتہ چلتا ہے کہ اس ادارہ میں عربی کے ماہرین کتنے ہیں؟

غور کریں کیا اسلام خدانخواستہ بانجھ ہوگیا ہے؟ کیا مسلمان دوسروں کے محتاج ہوکر رہ گئے ہیں؟ کیا صرف اردو زبان ہی ہندوستانی مسلمانوں کی روزی روٹی بن سکتی ہے؟ کیا اردو کے علاوہ اور زبانیں سیکھنا اور سکھانا دور حاضر کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا منطق، المنطق، ایساغوجی، اقلیدس، صدرا، شمس بازغہ، تہذیب، شرح تہذیب، سلم العلوم، مسلم الثبوت اور قطبی یا میر قطبی جیسی سیکڑوں کتابیں حفظ کر لینے والا شخص محض اِن کتابوں سے اپنے بال بچوں کا ایک وقت کا پیٹ پال سکتا ہے؟ میں نصاب تعلیم کی خامی پر نہیں نظام تربیت کی کمی پر شکوہ سنج ہوں، غور کریں اگر ہمارے پاس

کوئی تجارتی دوکان ہو، دوکان بند ہونے کا وقت ہو چکا ہو مگر گاہکوں کا تانتا بندھا ہوا ہو تو ہم اپنی دوکان بند نہیں کرتے، ہماری ٹرین مؤخر ہو جائے تو ہم اپنا ٹکٹ کینسل نہیں کراتے، کھانا پکنے میں دیر ہو جائے تو ہم کھانا نہیں چھوڑتے، تو پھر آخر کیا وجہ ہے کہ مدرسہ کا وقت ختم ہوتے ہی ہم درسگاہ سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، ہمارے پیش نظر صرف نصاب تعلیم ہوتا ہے، مقدار خواندگی ہوتا ہے، اسباق کا سننا اور پڑھانا ہوتا ہے، ہم کوئی بھی دینی اصلاحی بات جو کتاب اور موضوع سے الگ ہو طلبہ کو نہیں بتاتے، ان کے مستقبل کے سنوارنے کیلئے راہ عمل نہیں سجھاتے، اکابر کی زندگیوں کا منظر پیش نہیں کرتے، اسلاف کی راہوں کا خوگر بنانے کی کوشش نہیں کرتے، تو پھر غور کریں کیا محض کتابی علم سے بچہ کو اپنے نفع ونقصان کا علم ہو جائیگا؟

جواب نفی میں ہوگا تو پھر اُن تمام راہوں کو اختیار کیجئے جن کے اختیار کرنے کی ہمیں سنت اور شریعت نے اجازت دی ہے؟ ہواؤں کے رخ کو پہچانئے اور ایسی راہوں کا تعین کیجئے جن کے ذریعہ دین اسلام کو عروج مل سکتا ہے، ایسی ڈگر کے خوگر بنئے جن کو ہمارے اسلاف اور اکابر نے اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، دنیا کی ہر زندہ زبان کو سیکھئے اور پھر ان ہی لوگوں میں دعوت کے کام کو آگے بڑھایئے پھر دیکھئے اسلام کی عظمت رفتہ بحال ہوگی اور اس کو اس کا کھویا ہوا مقام پھر سے مل سکے گا۔

ضرورت ہے کہ ہم اپنے چھوٹوں کو آگے بڑھائیں، نئے دماغوں، نئے چہروں اور نئے عزم وارادوں سے لیس نئی نسل کو کام کے بہتر سے بہتر طریقے بتلائیں اور ان کو دین کا سچا خادم بنائیں، دینی مدارس کی روح کو برقرار رکھیں، وہاں زیر تعلیم طلبہ کی تعلیم وتربیت پر ایسی توجہ اور دلچسپی کا مظاہرہ کریں جو ہم اپنے بچوں کے سلسلہ میں کرتے ہیں۔

مدارس ضرورت کی جگہوں پر ہی قائم کریں، اختلافات کی بنیاد پر کوئی مدرسہ نہ کھولیں نہ ہی کسی مدرسہ پر قبضہ کریں، افراد ساز اداروں کو وجود بخشیں، دین کو دین کے سچے خادم ہر وقت اور ہمہ وقت مل سکیں اور پھر قوم کا یہ دکھڑا اور رونا بھی دور ہو جائے کہ قحط الرجال کا زمانہ ہے، افراد سازی نہیں ہو رہی ہے، رازی اور غزالی پیدا نہیں ہو رہے ہیں، عوام کو ان کی توقعات کے مطابق علماء، حفاظ، قرا، دعاۃ اور مبلغین ومقررین نہیں مل پا رہے ہیں۔

◉⬤◉

۲۵/آیات پر اعتراضات

(چوتھی اور آخری قسط) مولانا ڈاکٹر عقیدت اللہ قاسمی

آیت میں جزیہ لینے کا ذکر ہے......لیکن کس سے؟

سورہ 9/آیت 29/جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ،اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، اسے حرام نہیں مانتے اور اسے حرام سمجھ کر اس سے نہیں بچتے ،اور سچے دین کو اپنا دین نہیں مانتے، ان سے لڑو یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں، اور چھوٹے (رعایا) بن کر رہیں۔

یوں تو اہل کتاب ، یہودی اور عیسائی وغیرہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی آخرت پر۔ اللہ کو ماننے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان بس یہ مان لے کہ اللہ ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو ہی اکیلا معبود اور اکیلا رب مانے۔ اور اس کی ذات اور اس کی صفتوں ،خوبیوں، اس کے اختیارات ،حقوق اور اختیارات میں نہ خود شریک بنے اور نہ ہی کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے۔ اس کو راضی کرنے اور اس کی ناراضگی سے بچنے کی ہر وقت کوشش کرتا رہے۔ لیکن یہودی اور عیسائی دونوں ہی اس جرم کا ارتکاب کرتے ہیں، اس لیے ان کا خدا پر یقین بے معنی ہے، اور اسے ہرگز اللہ پر ایمان نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح آخرت پر ایمان لانے کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ آدمی یہ مان لے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے، بلکہ اس کے ساتھ یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ اس دنیا میں کیے گئے اچھے برے اعمال کا جواب اور حساب کتاب دینا اور اچھا اور برا انجام دیکھنا ہے۔ اور وہاں خاص طور سے اس عقیدے و ایمان کے بغیر کوئی سفارش، فدیہ یا کسی بزرگ سے تعلق ہونا کام نہ آئے گا، اور نہ کوئی کسی کے گناہوں کا بدلہ اپنے سر پر لے سکے گا۔ اللہ کی عدالت میں بغیر کسی لاگ لپیٹ کے انصاف ہوگا۔ اور انسان کے ایمان اور عمل کے بغیر کسی چیز کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔ اس عقیدے کے بغیر آخرت کو ماننا بے معنی ہے۔ لہٰذا دنیا میں زندگی اس طرح گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ ناراض نہ ہو اور سزا نہ دے

بلکہ جنت اوراس کی نعمتیں عطا فرمائے اور ہم سے دنیا میں بھی اورآخرت میں بھی خوش رہے۔لیکن یہود ونصاریٰ نے اس پہلو سے اپنے عقائد کوخراب کرلیا ہے،لہذاان کا اللہ اورآخرت پر ایمان لانا بھی قابل قبول نہیں۔

’’اور جو کچھ اللہ اوراس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے، وہ اسے حرام نہیں ٹھہراتے۔

’’یعنی اس شریعت کواپنی زندگی کا قانون نہیں بناتے جواللہ نے اپنے رسولؐ کے ذریعے انہیں دیا ہے۔

’’اوراللہ کے پسندیدہ دین کواپنا دین نہیں بناتے (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں،اورچھوٹے (رعایا) بن کررہیں۔‘‘

یعنی لڑائی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ ایمان لے آئیں اورمسلمان ہوجائیں کہ دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس طرح زندگی نہ گزاریں کہ مسلمانوں کواپنے دین پرعمل نہ کرنے دیں، بلکہ حکومت کے قانون کی پاسداری کرنے والے اورامن پسند شہری بن کر زندگی گزاریں۔

اورفرمانبرداراورامن پسند شہری ہونے، نیز قانون کی پاسداری کی علامت کےطور پر ہرحکومت اپنے عوام سے کچھ نہ کچھ ٹیکس وصول کرتی ہے،جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عوام حکومت کےقوانین اور ضابطوں کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے تیار ہیں۔اسلامی حکومت ان مالدار مسلمانوں سے جنہیں صاحبِ نصاب کہا جاتا ہے،یعنی وہ لوگ جواپنی روزمرہ کی ضرورت سےزیادہ کم ازکم ساڑھے سات تولہ سونے یاساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر مالیت کے مالک ہوں،ان کی ایسی مالیت کے سال بھران کی ملکیت میں رہنے کے بعداس میں سے سال میں ایک بارڈھائی فیصدزکوۃ وصول کرتی ہے،جس سے وہ عوامی خدمات انجام دیتی ہے،یعنی مالداروں سے زکوۃ لے کرغریبوں پرخرچ کرتی ہے۔ لیکن غیرمسلموں سے ڈھائی فیصد سالانہ زکوۃ نہیں لی جاتی،ان سےصرف جزیہ لیا جاتا ہے، جونقد کی صورت میں چاردینار سالانہ یااتنی قیمت کا غلہ، گندم، چنے، جو،مٹر یا کھجور وغیرہ فی شخص ہوتا ہے، یہ جزیہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں،غریبوں اورایسے معذوروں سےنہیں لیا جاتا جوکمانے کی پوزیشن میں نہ ہوں اورصرف ان لوگوں سے بھی جواپنے عبادت خانوں میں عبادت میں مصروف ہو، نہیں لیا جاتا۔

اگر کہیں کسی دوسری حکومت سے لڑائی ہو جائے، کوئی دشمن کی فوج چڑھائی کرنے آجائے تو ضرورت کے مطابق تمام شہریوں کو اپنے ملک کی حفاظت کے لیے نکلنا پڑتا ہے، لیکن اسلامی حکومت غیر مسلموں کو لڑائی میں چلنے کے لیے نہیں کہتی۔ ہاں! اگر وہ اپنی مرضی سے لڑنا چاہتے ہیں تو ان کا جزیہ واپس کر دیا جاتا ہے اور اگر غیر مسلموں میں سے کوئی ضرورت مند ہو تو مسلمانوں کی طرح اسلامی حکومت غیر مسلموں کی ضرورت پوری کرنے کی بھی پابند ہوتی ہے۔ ظاہر ہے یہ سارے قوانین جمہوریت کے دور سے پہلے کے ہیں، جب پوری دنیا میں انفرادی طور پر بادشاہ ہوا کرتے تھے، اب ہر چیز پر اور طرح طرح کے کتنے ٹیکس وصول کیے جاتے ہیں، سب جانتے ہیں، جن کے بوجھ سے عوام کی کمر ٹوٹی رہتی ہے، کوئی بھی کاروبار کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے جس کی وجہ سے لوگ ٹیکس چوری کرتے ہیں اور کرپشن کا سہارا لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

کون سے کافروں سے لڑنے کا حکم ہے؟

سورہ 66/آیت 9/اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔

کفار، مشرکین اور منافقین سے جہاد، جنگ کرنے کے حکم کے بارے میں اوپر بار بار تفصیلات کے ساتھ وضاحت کی جا چکی ہے، یہاں بھی انہی کفار سے جہاد کرنے کا حکم ہے، تمام کافروں سے جہاد کا حکم نہیں ہے۔

اللہ اپنے نافرمانوں کو سزا دے گا:

سورہ 4/آیت 56/جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے، ہم انہیں یقینی طور پر آگ میں ڈالیں گے، اور جب ان کے جسم کی کھال جل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے، تاکہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں۔ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت کا مالک ہے اور اپنے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کی حکمت خوب جانتا ہے۔

یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ دنیا کو، آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے سب کو ایک اللہ ہی نے پیدا کیا ہے، وہی سب کا انتظام کرتا ہے، رزق دیتا ہے، پالتا ہے، پیدا کرتا اور مارتا ہے، طرح طرح کی نعمتیں دیتا ہے کہ کوئی ان نعمتوں کی گنتی بھی نہیں کر سکتا، طرح طرح کے احسانات کرتا ہے، تو

ضروری ہے کہ ہر کوئی اس کے احسان مانے، اس کا شکر ادا کرے۔ اس کی اطاعت کرے، اس کی نافرمانی نہ کرے، اس کو راضی رکھے، اسے ناراض نہ کریں، اسے ناراض کرنے سے بچیں، اسی کی عبادت کریں۔ سب کو اسی نے پیدا کیا ہے، وہی سب کا انتظام کرتا ہے، وہی رزق دیتا ہے، پالتا ہے، پیدا کرتا اور مارتا ہے، طرح طرح کے احسان وہ کرتا ہے، پھر بھی عبادت کسی اور کی کریں، اطاعت کسی اور کی کریں، احسان کسی اور کا مانیں، تو وہ یقیناً ناراض ہوگا کہ یہ تو احسان فراموشی ہے اور نمک حرامی ہے، پھر وہ عذاب کیوں نہ دے؟ وہ بہت طاقتور، عظیم ہے، اور جتنی چاہے سزائیں دے سکتا ہے۔ اس کا سزا دینا برا لگتا ہے اور اس سے بچنا چاہتے ہیں تو ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے راضی رکھیں کہ پھر عذاب کی کوئی بات ہی نہ ہوگی۔ وہ دنیا میں بھی اور زیادہ نعمتیں دے گا اور ہمارے مرنے کے بعد آخرت میں بھی ایسی نعمتیں دے گا جو نہ کسی آنکھ نہ دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ ہی کسی دل و دماغ میں ان کا خیال آیا۔

اسلام پر ہی اعتراض کیوں؟

سورہ 8/ آیت 69/ جو کچھ تم نے مال حاصل کیا ہے، اسے کھاؤ وہ حلال اور پاک ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

جب سے حکومتیں بننا شروع ہوئی ہیں اور ان کی افواج نے لڑنا شروع کیا ہے، ساری دنیا میں شکست خوردہ قوم، ملک اور فوج کے مال و دولت کو لوٹ لینے، قتل و غارت گیری، تباہ و برباد کرنے کی ایک تاریخ رہی ہے۔ کس ملک اور کس قوم کی تاریخ میں قتل و غارت گری، تباہی و بربادی اور لوٹ مار لکھا ہے اور اس کے سوا اور کچھ لکھا ہے......؟ پچھلی صدی میں اقوام متحدہ کے وجود میں آنے کے بعد اس کے تمام ارکان نے جنگ کے لیے کچھ اصول بنائے، پھر بھی آج تک کسی فاتح فوج نے شکست خوردہ قوم اور فوج کے ساتھ کوئی کسر چھوڑی ہے؟ آج تک کون سی جنگ ایسی ہوئی ہے جس میں کسی فاتح فوج نے تباہی و بربادی، لوٹ مار، جنگی قیدی بنانے اور لوگوں کو اغوا کرنے، عورتوں کی عزتیں لوٹنے، ان کی توہین کرنے میں کوئی کسر چھوڑی ہو؟

اسلام نے جنگ کے مواقع کے لیے بھی انسانیت کے تحفظ کے لیے قوانین بنائے اور ان پر ہمیشہ عمل کیا۔ اسلامی فوج نے کبھی جنگ کے موقع پر بھی غیر انسانی حرکتیں نہیں کیں، پھر بھی اسلام پر،

قرآن پر ہی حملہ کیوں......؟ اسلام نے جنگ کے موقع کے لئے بھی ایسے قوانین بنائے اور ان پر اس قدر مکمل عمل کیا کہ آج کی نام نہاد مہذب دنیا نہ تو ایسے قوانین لا سکی ہے اور نہ ہی کبھی اصول وقوانین کو نافذ کرنے کی کوئی کوشش کی ہے۔

جو اللہ کی بات مانیں گے، اللہ ان کی مدد کرے گا:

سورہ 9/آیت 14/ان سے لڑو، اللہ تمہارے ہاتھوں سے انہیں عذاب دلائے گا، اور انہیں ذلیل وخوار کرے گا، اور ان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا، اور بہت سے مومنوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے گا۔

قرآن کی بہت ساری سورتیں اور آیتیں اس ظلم و جبر، ناانصافی، فساد اور دیگر بدسلوکیوں اور برائیوں کی داستانوں سے بھری ہوئی ہیں جو مشرکوں اور منافقین نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر ڈھائے تھے، جن میں سے کچھ کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ قرآن کی ہر ایک ایسی آیت کے آگے پیچھے کتنی ہی آیات میں کافروں، مشرکوں اور منافقوں سے لڑنے کے حکم کا پس منظر دکھایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر پوری دنیا کے مسلمانوں کو بلاوجہ قتل وغارت اور خون بہانے کا عمومی حکم دیا جاتا تو مسلمان جہاں بھی رہتے خون کی ندیاں بہہ جاتیں، کہیں بھی امن وامان نہ ہوتا کہ دوسری قومیں بھی تو کبھی اتنی پست اور کمزور نہ ہوئیں کہ وہ مسلمانوں کے ظلم کو سرد مہری سے برداشت کر لیتیں، ظلم اور ناانصافی کے لیے نہیں تو اپنے تحفظ کے لیے ہی سہی اپنی سی کوشش تو ضرور کرتیں۔ وہ مسلمانوں کو آٹھ آٹھ سو ہزار ہزار سال کی حکمرانی کے لیے حکومت تو کیا کرنے دیتیں، کہیں بسنے اور چین سے رہنے بھی نہیں دیتیں۔ تمام قومیں مل کر اپنے دفاع کے لیے مسلمانوں کا نام ونشان دنیا سے مٹا دیتیں، انہیں کہیں رہنے نہیں دیتیں، مکان، دکان، کھیت، کاروبار کچھ بھی نہیں کرنے دیتیں۔

سارے فسانے میں جس کا ذکر نہیں:

سورہ 8 آیت 57/اگر یہ لوگ تمہیں لڑائی میں کہیں مل جائیں تو ان کی ایسی خبر لو کہ ان کے بعد دوسرے لوگ جو ایسا طریقہ اختیار کریں، ان کے ہوش ٹھکانے آجائیں، امید ہے کہ بدعہدی کرنے والوں کے اس انجام سے وہ سبق لیں گے۔

آیت میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ: ’’اگر وہ تمہیں لڑائی میں مل جائیں‘‘ اور دوسری بات ہے: ’’بدعہدی کرنے والے‘‘ وہاٹس ایپ پر اپ لوڈ کرنے والے نے جان بوجھ کر لوگوں کو اکسانے، نفرت پھیلانے غلط فہمی پھیلانے اور پڑھنے والوں کو دھوکہ دینے اور انتشار و اشتعال پیدا کرنے و بھڑکانے کی کوشش کی ہے۔

دیکھیں......! کس سے بدلہ لینے کے لئے کہا گیا:

سورہ 32/آیت 22/اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی جائے، اور وہ ان سے منہ پھیر لے، اور پھر دوسری بات یہ کہی گئی ہے کہ ایسے مجرموں سے تو ہم بدلہ لے کر رہیں گے۔

اس وہاٹس ایپ اپ لوڈ میں 25/آیات پر الزام لگانے والے نے اپنے مذموم عزائم اور بدنیتی کے ساتھ گمراہ کرنے اور دھوکہ دینے کی پوری کوشش کرتے ہوئے مذہب، دیانت، امانت اور انسانیت کو پامال کرنے کی تمام حدیں پار کردی ہیں۔ اگر کوئی چیز یا اس کا کوئی ثبوت نہ ملے یا وہ چیز کم پائی جائے تو اس کے بارے میں بغیر کسی بنیاد کے افواہ پھیلائی جائے گی اور پروپیگنڈہ کیا جاسکتا ہے، لیکن قرآن جو کروڑوں اور اربوں کی تعداد میں چھپا ہوا موجود ہے اور دنیا کی ہر زبان میں اس کا ترجمہ ہر جگہ، ہر وقت بازار میں دستیاب ہے، اس کے علاوہ موبائل، کمپیوٹر، انٹرنیٹ کی لاتعداد ایپس پر تحریری شکل میں ویڈیوز اور آڈیو دستیاب ہیں، اس کے بارے میں آنکھوں میں دھول جھونکنے اور غلط فہمیاں پیدا کرنے کی ایسی کوشش کو یقیناً بڑی جرأت اور جسارت کا کام کہا جائے گا کہ اس پر صرف وہی شخص یقین کرسکتا ہے جس نے آنکھ بند کر کے یقین کرنے کی قسم کھالی ہو یا کوئی اندھا عقیدت مند خود مسلمانوں کے بارے میں ایسی تحریک کا حصہ رہا ہو کہ مسلمانوں کے خلاف کہیں سے بھی کوئی بھی بات مل جائے اسے پھیلانا ہے...... کچھ سوچنا...... سمجھنا...... دیکھنا نہیں ہے............!

☆☆☆

دینی تعلیم اور مدارس کی اہمیت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

حضرات علماء کرام، برادرانِ عزیز! پھلت کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی ہر صاحبِ علم کو، خاص طور پر جو تاریخ کا طالب علم رہا ہو خصوصاً ہندوستان کی تاریخ کا، اس کے لیے یہ بالکل قدرتی بات ہے کہ اسے پھلت کے وہ نامور (افراد) یاد آجائیں جو صرف پھلت ہی کے لیے باعث فخر نہیں بلکہ تمام عالم اسلام کے لیے باعث فخر ہے۔ بارہویں صدی ہجری جس میں اس عہد کا سب سے بڑا عالم دین، یہ میں پوری بصیرت کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اسرارِ شریعت کا سب سے بڑا شارح، مسلمانوں کی زندگی کو شریعت کے سانچے میں ڈھالنے کا قائد یعنی حضرت شاہ ولی اللہ، مجھے تاریخ لکھنے کے سلسلے میں خصوصاً شاہ ولی اللہ کے عہد کی شخصیتوں، تحریکوں پر قلم اٹھانے کے سلسلہ میں اس عہد کا مطالعہ کرنا پڑا، علامہ اقبالؒ نے مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں کہا تھا:

وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

میں اسی مطالعہ اور فکر کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اس پورے برصغیر میں اب تک حضرت شاہ ولی اللہ کا شروع کیا ہوا دور چل رہا ہے۔ عربی مدارس، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ، اور جتنے بھی مدارسِ اسلامیہ ہیں، یہ سب امتداد اور تسلسل ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مسلک و مزاج کا۔ ان کا مزاج ہے ولی اللّٰہی اور اس وقت تک ہی ان میں خیر و برکت اور افادیت ہے جب تک ان میں ولی اللہ کا مزاج قائم ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے لیے پھلت سیر گاہ نہیں بلکہ زیارت گاہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اخلاف اور خلفاء دونوں عطا کیے ہیں۔ اخلاف میں امام الہند شاہ عبدالعزیزؒ، علومِ عقلیہ کے امام شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور شاہ عبدالقادرؒ جن کا ترجمہ قرآن پاک مشہور ہے۔ غیر عربی میں اب تک کسی بھی زبان میں ان سے بہتر کسی نے نہیں کیا۔ پھر ان کے چوتھے صاحبزادے شاہ عبدالغنیؒ جن کو موقع نہیں ملا، اللہ نے ان کو نعم البدل یہ عطا

فرمایا کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ جیسا من اذکیاء العالم فرزند ملا۔ یہ توان کے اخلاف تھے۔ اور خلفاء میں آپ دیکھیں سید احمد شہیدؒ خلیفہ شاہ عبد العزیزؒ، مولانا عبد الحی شاہؒ، شاہ محمد اسحاقؒ جو درس وتدریس کے بھی امام ہیں اور سلسلۂ تصوف شریعت کے بھی ہیں۔ دہلی کو یہ خانوادہ پھلت کا عطیہ ہے۔ پھلت میں داخل ہوتے ہی یہ تمام تاریخ سامنے آجاتی ہے اور یہ تاریخ وہی ہے عالمِ اسلام کی کہ جب دارالحکومت میں عہدوں کو حاصل کرنے کی وجہ سے، مصنوعی زندگی کی بناپر قویٰ سست ہونے لگے، رگوں میں خون منجمد ہونے لگا تو قصبات نے نیا خون عطا کیا۔ آپ نے نہ صرف سلطنتِ مغلیہ کے دارالخلافہ بلکہ مرکزِ علم وسلوک وجذبۂ جہاد دہلی کو پھلت نے اتنا بڑا تحفہ عطا کیا۔ خانوادۂ ولی اللّٰہی، اس سے بڑھ کر تحفہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ جس طرح لکھنؤ کو سہالی کے ایک قصبہ نے خانوادۂ علماء فرنگی محل عطا کیا ایسے ہی جب بغداد میں اضمحلال پیدا ہوا، حکومت کے شر نے قویٰ کو مضمحل کردیا اور سوائے حصولِ منصب کے کوئی مقصد لوگوں کے سامنے نہ رہا تو ایران کے ایک قصبہ جیلان نے سیدنا عبد القادر جیلانیؒ کا تحفہ دیا جس نے پورے عالمِ اسلام کو عشقِ الٰہی کے سوز سے بھردیا، جس کی لہریں افریقہ تک پہنچیں۔ ایسے ہی ایران کے ایک معمولی قصبہ نے امام غزالیؒ جیسا مفکر عطا کیا۔

الغرض قصبات نے ہر دور میں دارالحکومت کو ایسا چمکتا ہوا نیا خون عطا کیا جس نے پورے پورے ملکوں کو گرما دیا۔ بہت سے لوگ اس کو بھول جاتے ہیں کہ یہ نیا خون کس نے عطا کیا، بڑے بڑے شہروں کی تاریخ سامنے آجاتی ہے اور وہ آڑ بن جاتی ہے۔ جہاں ایسے مردم خیز قصبوں میں جاکر یہ احساس ہوتا ہے کہ یہاں کیسے کیسے باکمال پیدا ہوئے۔ خدا کے دین کی بھی کوئی حد نہیں، اس کی قدرت کی وسعت معلوم ہوتی ہے وہاں یہ ذہن بھی جاتا ہے جو نفسیاتی ردِعمل بھی ہے کہ اب ایسے لوگ پیدا نہیں ہوسکتے۔ اور خدا کی مردے سے زندہ کو پیدا کرنے کی جو قوت ہے ''يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ'' (الروم) اس کو بھول کر ذہن کے کسی گوشہ میں یہ بات ضرور آتی ہے کہ اب تو بس تاریخ کو اور ان کے کارناموں کو پڑھنا چاہیئے اور اپنے معاش میں لگنا چاہیئے تو آپ کے سامنے پھلت کا جو تاریخی تعارف کرایا گیا ہے اس نے مجھے آمادہ کیا کہ میں یہ آیت پڑھ کرسناؤں:

كُلًّا نُّمِدُّ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا. (الاسراء)

ہم ان کو بھی بھر بھر کر دیتے ہیں اور ان کو بھی هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ اور دیتے رہیں گے۔ آپ

جانتے ہیں کہ مضارع کا صیغہ حال اور مستقبل دونوں کے معنی دیتا ہے۔ یعنی یوں کہنا کہ ''ہم دیتے ہیں'' صحیح نہیں۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ''دیتے رہیں گے''۔ تمہارے رب کی دَین میں کوئی راشننگ ہی نہیں ہے کہ اب اگر دے دیا تو انتظار کروائے گا برس کا۔ ہمارے رب کی عطاء میں کوئی راشن بندی نہیں کیونکہ اس کی بخشش لامحدود ہے۔ ''وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا''۔ اکبرالہ آبادی مرحوم نے کہا تھا:

اللہ کی راہ اب تک ہے کھلی، آثار ونشاں بھی قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا

لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں۔ ہمت بلند ہو، اخلاص وسعی ہو، اللہ تعالیٰ نے کوشش کی بھی جا بجا تاکید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کوشش کرنے والے کی کوشش کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ یہ ملت تو محبوب ہے، رحمۃ للعالمین کی ملت ہے، اشرف الامم ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کو انسانیت بھی عزیز ہے، اپنی پیدا کی ہوئی دنیا بھی عزیز ہے۔ جس ماحول کا ہمارے لیے انتخاب کیا گیا ہے یا ہمارا جس ماحول کے لیے انتخاب کیا گیا ہے اس کے ساتھ ہمارا جوڑ ہو اور ہم اس فضا میں اپنی افادیت ثابت کریں۔ ہمارے اکابر مجدد الف ثانیؒ ہوں یا شاہ ولی اللہؒ ہوں یا شاہ عبد القادرؒ ہوں، انہوں نے زمانے کی نبض پہچانی، انہوں نے دیکھا کہ زمانے کو روحانیت کی ضرورت ہے، علمِ صحیح کی ضرورت ہے، توحیدِ خالص کی، عہدوں اور انانیت سے بلند ہو کر اعمال میں روح پیدا کرنے کی ضرورت ہے، طلبِ رضاء الٰہی کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی انہوں نے دیکھا کہ اس وقت انسانیت کس چیز کی پیاسی ہے۔ وہ زندہ رہنے کا استحقاق کھوتی چلی جا رہی ہے، اس سے جو مظالم سرزد ہو رہے ہیں، اس سے جو حق تلفیاں ہو رہی ہیں، اس سے جو خونِ انساں ارزاں ہو رہا ہے اور پانی کی طرح بہہ رہا ہے، کہیں اللہ تعالیٰ نسلِ انسانی کے خاتمہ کا فیصلہ نہ کر لے کیونکہ **فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ. (الرعد ۱۷)**

جو جھاگ ہے وہ چلا جاتا ہے اور جو چیز نافع ہے وہ زمین میں باقی رہتی ہے۔ معلوم ہوا کہ بقا مربوط ہے نافعیت کے ساتھ۔ جو چیز اپنی افادیت کھو بیٹھتی ہے، جو گروہ، کوئی مرکز، دعوت یا تحریک اپنی نافعیت کھو بیٹھتی ہے، وہ اس کی مستحق نہیں رہتی کہ قائم رہے، یہی سنت اللہ ہے۔

ان بزرگانِ دین نے دونوں کام کیے۔ ہماری نظر اس پر تو جاتی ہے کہ انہوں نے ملت کو کیا دیا۔

حدیث وتفسیر میں کیا نئی راہیں نکالیں، علوم اسلامیہ میں کتنا عمق پیدا کیا، ماحول میں کیا روحانیت پیدا کی، لیکن ہماری نظر اس پر نہیں جاتی کہ انہوں نے غیر مسلموں کی نظر میں اسلام کا کس درجہ احترام پیدا کیا۔ سیرتِ نبوی کو غور سے دیکھنے، پڑھنے، مطالعہ کرنے پر کس طرح آمادہ کیا۔ مؤرخین نے بھی اس پر پردہ ڈالا۔ جہاں انہوں نے علم کے دریا بہائے، مسندِ درس بچھائی، وہیں اپنے غیر مسلم پڑوسیوں کے دل میں حضور کے رحمۃ للعالمین ہونے کا، اسلام کے حقانی ومطابقِ عقل ہونے کا اور اسلام کے اس دنیا کی پیاس بجھانے کا ثبوت دیا یقین دلایا۔ ہمارے سوانحی لٹریچر میں یہ پہلو بہت مغلوب رہ گیا ہے۔

آج میں کہتا ہوں کہ ملتِ اسلامیہ کو یہ دونوں کام کرنے ہیں۔ عقائد صحیحہ، عباداتِ مقبولہ، طلبِ خداوندی کے ذریعے ملت کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے صحیح بھی ہو، قوی بھی ہو۔ دونوں چیزیں ضروری ہیں۔ صرف صحیح ہونا کافی نہیں، قوی بھی ہو۔ صرف قوی ہونا کافی نہیں، صحیح بھی ہو۔ عبادت تو مشرکین بھی کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ. (الانفال)

لیکن اس کے ساتھ ساتھ خصوصاً اس زمانے میں ملت کا یہ فریضہ بھی ہو گیا ہے کہ اپنی نافعیت ثابت کرے۔ ہماری وجہ سے کتنی بلائیں ہیں جو ٹل رہی ہیں، ملک کے لیے باعث رحمت و برکت ہیں۔ یہ تب ہی ہوگا جب آپ صحیح انسان بن کر بازاروں، دفتروں میں جائیں جو انہیں سوچنے پر مجبور کرے کہ وہ کونسا مذہب ہے جس نے ہمیں ایسا انسان بنا دیا۔ ہمیں بتائیں کہ اس ملک کے لیے پہاڑ، دریا، سمندر اتنے ضروری نہیں جتنے کہ ہم۔ ہمارا پیامِ انسانیت، ہماری خداترسی۔

ہم ایسے دوراہے پہ آ گئے ہیں کہ ایک راستہ سیدھا ارتداد کی طرف جا رہا ہے۔ میں اس سے کم درجہ کا لفظ استعمال کرنے پر تیار نہیں۔ اگر کوئی آسمان سے ویسا اشارہ نہ ہوا، قدرتِ خداوندی کی کوئی مداخلت نہ ہوئی تو اس کے صاف آثار ہیں۔ آثار ہی نہیں بلکہ آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ تصور کی آنکھ سے جس میں تصور نہیں بلکہ تصویر بھی شامل ہے کہ آئندہ نسل شاید اسلام کے بنیادی عقائد سے بالکل ناآشنا ہو، صرف آشنا منفی طور پر ہی نہیں بلکہ اس کے بالمقابل اسلام کے برخلاف عقائد وتصورات کی حامل ہو، مشرکانہ عقائد کی قائل ہو۔ ایسے خطرناک دوراہے پر آ گئے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اس کی

توفیق نہ ہوئی کہ اس کے لیے اپنی ساری توانائی صرف کرڈالیں تو شاید آنے والی نسل ۲۵ ر برس بعد، یہ تو زیادہ کہہ دیا، بلکہ ۱۵ برس کے بعد خطرہ ہے کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے بالکل ناآشنا ہو۔ اس کی مثالیں سامنے آنے لگی ہیں کہ سکولوں کے بچے بہت سے اللہ کا لفظ صحیح نہیں لکھ سکتے، پوچھتے ہیں کہ ہم اللہ کس طرح لکھیں؟ اور آج نوجوانوں کی ایک تعداد یہ سمجھتی ہے کہ اس دھرتی کو کرشن یا رام چلاتے ہیں۔ ہندو علم الاصنام، ہندو دیومالائی قصے کہانیاں بچوں کے ذہنوں پر اثر کر رہی ہے۔ ابھی ٹی وی پر ''رامائن'' جو سیریل چل رہا ہے، کالج کی جو کتابیں پڑھائی جارہی ہیں، اس سے جوانوں کے ذہن و دماغ متاثر ہورہے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَاراً وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم ۲)۔

معاملہ عالم و فاضل یا مفسر و محدث بنانے کا نہیں بلکہ معاملہ ہے جہنم سے بچانے کا، دوزخ کی آگ سے بچانے کا۔ ایک جلسہ میں ایک بہن ایسی تھی کہ جن کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ عورتوں نے پوچھا کہ بہن! سر میں درد ہے؟ کچھ پیٹ میں تکلیف ہے؟ بولیں، کچھ نہیں۔ پھر مزید اصرار پر بتایا کہ میں بچہ سوتا ہوا چھوڑ کر آئی تھی، اس سے کچھ فاصلے پر دیا سلائی رکھی ہوئی ہے، اگر وہ بچہ جاگ گیا اور چل کر وہاں تک گیا اور دیا سلائی سے تیلی نکال لی، پھر اپنے کپڑوں میں آگ لگالی تو کیا ہوگا؟ عورتوں نے پوچھا کہ بچے کی عمر کیا ہے؟ بولی، ڈھائی سال کا ہے۔ سب نے کہا، ہوش کی باتیں کرو، وہ اتنا چھوٹا بچہ چارپائی سے کیسے اترے گا اور پھر چل کر وہاں تک جائے گا اور جا کر وہ یہی ایک کام کرے گا؟ جواب دیا، تمہارا بچہ ہوتا تو جانتیں، میرا بچہ ہے اس لیے مجھے ڈر ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ آج ہمارے ماں باپ کے دل میں یہ خیال پیدا کیوں نہیں ہوتا کہ اگر ہم نے بچہ کو کلمہ، نماز نہ سکھائی، توحید کا سبق یاد نہ کرایا، ابراہیم کی بت شکنی نہ سمجھائی تو کل وہ مشرک اٹھے گا۔ یہاں تو بالکل خطرات نہیں بلکہ مشاہدات ہیں، وہاں تو ایسا دور دراز کا اندیشہ تھا۔ میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ ایک لڑکا ڈھال کی سڑک پر سائیکل پر جارہا ہے اور آگے گہری کھائی ہے۔ سائیکل سے اتر جاؤ۔ اسی طرح آج ہمارے سامنے گہری کھائی ہے، وہ کھائی ہندو دیومالا کی ہے، بت پرستی کی ہے، مسلمانوں کے دلوں سے شرک و بت پرستی کی طرف سے ایسے گھن آنا ضروری ہے...... یہ تکدّر، یہ

تعفن، یہ وحشت دور ہوتی جا رہی ہے حالانکہ ایک مسلمان کو سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا ہونا تھا کہ کل وہ مشرکانہ عقائد لے کر نہ اٹھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کا ایک بچہ کو قتل کر دینے کا واقعہ تشریعی نہیں ہے، اس پر عمل آج نہیں ہو سکتا مگر یہ قصہ قرآن میں قیامت تک پڑھا جائے گا۔ اس کا مقصد و افادیت یہ ہے کہ مسلمان سمجھے کہ خاندان کے لیے فتنہ بننے والا بچہ کتنا منحوس ہوتا ہے۔ اس قصہ کو قرآن نے جگہ دی تا کہ معلوم ہو کہ یہ خطرہ کتنا بڑا تھا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ آئندہ نسلوں کو کھلی ہوئی بت پرستی سے، مشرکانہ عقائد سے بچانے کے لیے اپنے گھٹنے ٹیک دیجئے، ہر ممکن کوشش کر ڈالیے، سکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لیے خالی وقتوں میں پرائیویٹ کلاسز کا انتظام کرائیے یا ان مدارس و مکاتب میں داخل کرائیے۔ یہ مدارس و مکاتب آج ہماری ریڑھ کی ہڈی ہیں، سانس کا حکم رکھتے ہیں۔ اگر سانس چل رہی ہے تو ہم زندہ ہیں ورنہ ختم۔ اور اپنے ماحول کو مانوس کریں، فضا اگر یونہی اشتعال انگیز رہی تو کسی وقت چنگاری سے آگ لگ سکتی ہے۔ اگر ہمیں دیکھ کر ان کے چہروں پر ناگواری کے آثار نمودار ہوتے رہے، وہ دیکھتے رہے کہ نہ ہم میں اخلاقی کردار، نہ افادیت، ہم بھی وعدہ خلاف اسی طرح یہ بھی۔ جس طرح ہم جھوٹ بولتے ہیں اسی طرح یہ بھی۔ تو صرف ہم اپنے لیے ہی نہیں بلکہ اسلام کے باقی رکھنے کے لیے بھی اس ملک میں خطرہ پیدا کر رہے ہیں۔ ہمارے اکابر جو افریقہ، مراکش، اسپین تک اسلام کو پھیلاتے چلے گئے، یہ صرف زبانی کام نہیں بلکہ اس میں کردار بھی شامل تھا جنہیں دیکھ کر خود بخود غیر مسلموں میں جذبہ پیدا ہوتا تھا کہ اسلام کو قبول کریں۔

مسلم پرسنل لاء کی لڑائی اس لیے لڑی گئی تھی کہ عائلی تعلقات، میراث، طلاق، نکاح سب اسلامی طریقہ پر ہوں، اپنے عائلی قانون کی بھی حفاظت کرنی ہے، اپنے ملی تشخص کی بھی حفاظت کرنی ہے، اس کا قریب ترین ذریعہ یہ دینی مدارس و مکاتب ہیں۔

دوسرا کام یہ کرنا ہے کہ یہ تلخی جو پانی، ہوا، سانسوں اور ماحول اور فضا میں آ گئی ہے اسے دور کریں۔ اسلام کا تعارف کرائیں ورنہ کسی چیز کا موقع باقی نہ رہے گا۔ ''پیامِ انسانیت کی تحریک'' یہ ایک چہار دیواری ہے، یہ ایک حصار ہے، اس میں بیٹھ کر آپ قرآن شریف پڑھیے، مسجد بنائیے، نماز پڑھیے، خدانخواستہ یہ ٹوٹ گئی، خدا ہمیں اس دن کے لیے زندہ نہ رکھے جب یہ مسئلہ چہار دیواری کے اندر آ جائے اور مدارس و مساجد سب خطرے میں پڑ جائیں۔

اِسلام کا فِطری نِظام

مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ

سمندر کا ایک ایک قطرہ، ریت کا ایک ایک ذرہ، درختوں کا ایک ایک پتہ، اور زمین و آسمان کا ایک ایک شوشہ بزبانِ حال ہر باشعور کو پکار پکار کر یہ دعوتِ فکر دیتا ہے کہ تمہارا اپنے آقائے حقیقی کے ساتھ ایک ازلی رشتہ اور ایک ابدی علاقہ ہے جس نے تمہاری جسمانی راحت و آرام کا جو اہتمام فرمایا ہے اس سے کہیں زیادہ اس نے تمہاری کائناتِ روحانی کی آسائش و زیبائش کا معقول اور واضح تر انتظام کیا ہے۔ یہ بہتے ہوئے دریا، یہ ابلتے ہوئے چشمے، یہ لہلہاتے ہوئے سبزے، یہ چہچہاتے ہوئے پرندے، یہ اونچی اونچی پہاڑیاں، یہ گھنی اور گنجان جھاڑیاں، یہ تناور اور پھل دار درخت، یہ خوش رنگ اور خوشبودار پھول اور پتیاں، یہ چرند و پرند، یہ نباتات و جمادات، یہ ارض و سماء اور یہ مادی عالم کے جملہ تغیرات، کیا یہ دعوت نہیں دیتے کہ زندگی کے ہر ہر لمحہ میں عبد اپنے معبود کو یاد رکھے؟ جلوت وخلوت، ظاہر و باطن، امارت و غربت، کسی حالت میں بھی اس کے خیال سے غافل نہ ہو۔ عبدِ منیب کا اپنے معبودِ حقیقی کے ساتھ یہ تعلق چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، صحت و سقم اور سفر و حضر ہی کی کیفیات تک ہرگز محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر لمحے اور حیاتِ ناپائیدار و مستعار کی ہر گھڑی میں وہ اپنے معبود ہی کی بے نیازی و عظمت کا اقرار کرتا ہوا نظر آئے گا۔ کسی آن اور کسی شان میں بھی عبدِ مُسلم کا ربط اپنے پروردگار سے ہرگز منقطع نہیں ہوسکتا۔

بندہ اپنی بندگی اور بے چارگی کے تعلقات کو اپنے رب ذوالمنن اور اس کے الطاف و عنایات کے ساتھ وابستہ و استوار رکھنے کے بغیر بندہ کہلانے کا مستحق ہی نہیں ہوسکتا۔ بندہ کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے خوف اور ڈر رکھنے کے باوجود بھی اس کی رحمت و رأفت کی قوی امید اور اس کی نصرت و دستگیری پر کامل اعتماد اور آسرا کرے اور ہر وقت اس کی توجہ کا مرکز صرف وہی ذاتِ کبریائی ہی ہو۔ کھانے پینے کی کوئی مجلس ہو یا کھیل و شغل کی کوئی محفل، بے تکلف کا کوئی گوشۂ تنہائی ہو یا جلوت کی رنگینی، بازار کی رونق ہو یا حجرہ کا کوئی زاویۂ خمول، میدانِ کارزار ہو یا شادی کی بزم، کہیں بھی اس کے

ہاتھوں سے اپنے معبودِ حقیقی کی رضا جوئی کا مضبوط اور مستحکم سر رشتہ ہرگز جدا نہیں ہوسکتا اور زندگی کے کسی لمحہ میں بھی وہ اپنے معبود کی عظمت وجلالت کے خیال سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا۔ خدا تعالیٰ کی بندگی اور بندوں کی بے چارگی کے ان مستحکم روابط اور تعلقات کا چولی دامن کا ساتھ ہے جو کسی وقت منفک نہیں ہوسکتے۔

ربِ قدیر سے مناجات کرتے ہوئے عبدِ منیب جب فطرت کی گہرائیوں میں ڈوب کر اپنی تمام نفسیات کا جائزہ لیتا اور اپنی ذاتی زندگی کا محاسبہ کرتا ہے اور جب اس عمیق مطالعہ کے بعد اپنا سر اٹھاتا ہے تو حسبِ ارشاد خداوندی ''فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا'' اگر وہ اس فطرت سے بیگانہ نہیں ہو چکا تو وہ خدائے ذوالجلال کے سامنے سرِ نیاز جھکا کر رقت انگیز لہجے اور محبت خیز لے میں یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ

ہمیشہ تیرے در پر ہو سرِ تسلیم خم میرا
رہے تیرے تصرف میں زبان میری قلم میرا

فطرتِ صحیحہ تک رسائی کا طریقہ:

نفسانی خواہشات انسان کو انجام بینی سے روک کر تن آسانی اور راحت کا گرویدہ بنانے پر آمادہ اور مذہبی تقاضوں پر غفلت کے پردے ڈالنے میں مصروف وکوشاں رہتی ہے۔ اکتسابِ اخلاقِ فاضلہ، خیر وشر کی حقیقی تمیز اور زندگی کے اعلیٰ ترین مقصد ومرام تک پہنچنے اور ان کمالات کے حاصل کرنے سے روکتی ہیں جو مذہب پر کاربند ہو کر آنے والے سفر میں بھی رفیقِ سفر رہتے ہیں۔

اگر کوئی متنفس ایسا باقی نہ رہے جو خدائے بزرگ و برتر کی رضا جوئی کے لیے اپنی جان و مال سب کچھ قربان کر دینے پر آمادہ اور روزِ جزاء کے مواخذہ سے بچنے کے لیے اپنی تمام خواہشاتِ نفسانی اور نفسِ امّارہ کا مقابلہ کرسکتا ہو؛ اور اگر تمام باتوں کو، جو کسی نہ کسی حیثیت سے مذہب ودین کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں، فنا کر دیا جائے تو یہ دلفریب اور دلکش دنیا نہ صرف یہ کہ بےلطف و بےرونق بن جائے گی بلکہ درندوں کا جنگل، وحشی جانوروں کا اکھاڑہ، اور شیطانوں کی بستی بن جائے گی۔ پس اس بات کے تسلیم کر لینے میں ذرّہ بھر تامل نہیں ہوسکتا کہ دنیا میں اخلاق و روحانیت، تہذیب وتمدن اور تمدنی ترقیات اور عمدہ اخلاق کی بنیاد مذہب ہی نے قائم کی ہے اور مذہبیت کی عمر نسلِ انسانی کی عمر سے ایک

دن بھی کم نہیں ہے۔اور مذہب کوئی وہمی اور خیالی چیز نہیں بلکہ ایک واضح حقیقت ہے جس سے بڑھ کر کوئی اور چیز حقیقی نہیں، اور وہ ایک ایسی صداقت ہے جس سے بڑھ کر کوئی اور صداقت تصور میں نہیں آسکتی۔

مگر یہ یادرہے کہ مذہب سے مراد اس جگہ الٰہی، الہامی اور آسمانی مذہب ہے جس میں تمام عقائد واعمال اور اخلاق ومعاملات نیز حیات بعد الممات اور اسی طرح بے شمار دیگر احکام مشرح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ باقی دھرمی یا فلسفی، محض عقلی اور خود ساختہ نظریات کو مذہب کہنا ہی اشد غلطی ہے اور ان بے بنیاد مذاہب کو عالمِ انسانیت میں کبھی کوئی اہمیت حاصل ہی نہیں ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے۔ مذہب صرف وہ ہے جو رسول اور نبی کے ذریعہ دنیا میں شایع ہوا، جس کی نشر واشاعت کے لیے بہت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وقتاً فوقتاً دنیا میں مبعوث ہوتے رہے، جنھوں نے فطرت اللہ کے موافق نسلِ انسانی کی بہترین رہنمائی کی اور توجہ الی اللہ کے لیے اظہارِ عبودیت کے مختلف اور متنوع اعمال واشغال بتائے اور اس طرح فطرتِ انسانی کی شگفتگی کے ساتھ ہی ساتھ دین الفطرت بھی شگفتہ ہوتا گیا۔

جن لوگوں نے عقلِ صحیح اور الہامِ ربانی سے بے نیازی برتی اور اپنے ارادہ اور اختیار کا غلط استعمال کیا تو وہ فطرت اللہ کی تلاش میں آوارہ اور گم کردہ راہ بن کر انبیاء وملائکہ، جنات وبنی آدم، احبار ورہبان، چاند وسورج، ستارے وفرضی ارواح، دریا وپہاڑ، درخت وآگ وغیرہ کو معبود سمجھ کر ان کی پرستش کرنے لگے۔ اور اب بھی مختلف ملکوں میں متعدد قوموں میں آب وتاب کے ساتھ رنگ برنگ خود ساختہ دلائل سے اس کجری کی ترویج کی جارہی ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

بدل کے بھیس زمانے میں پھر سے آتے ہیں
اگرچہ پیر ہے آدم، جواں ہیں لات ومنات

الغرض خدا تعالیٰ کی رضاجوئی اور فطرت اللہ کے موافق زندگی بسر کرنا وحی الٰہی کے بغیر بالکل ناممکن ہے کیونکہ انسان خواہ کتنا ہی ترقی کر جائے اور اپنے علم وواقفیت کو کیسے ہی اعلیٰ سے اعلیٰ معیار اور مقام تک پہنچائے پھر بھی وہ بغیر امدادِ خداوندی اور وحیِ الٰہی کے اور بدون رہبریٔ رسول اور راہنمائی نبی کے نہ تو اپنی سعادت اور نجاتِ اخروی کے طریقوں سے واقف ہوسکتا ہے اور نہ نیکی اور بدی کا پورا تعیّن کرسکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے انسان کو توجہ

دلائی ہے کہ تمہاری جسمانی پیدائش، بدنی پرورش اور روحانی تربیت کے تمام سامانوں کا پیدا اور مہیا کرنے والا صرف تمہارا حقیقی پروردگار ہے اور اس کی ربوبیت کے بغیر نہ تو تمہارا وجود ممکن ہے اور نہ تمہاری روحانی ترقی اور مقصدِ حیات سے ہم کنار اور فائز المرام کرنے کا کوئی اور موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ہادیانِ برحق کو تعلیم ربانی پیش کرنے کا نہایت مدلل و پُر اثر و دل نشین اور یقین آور ملکہ عطا فرمایا جس سے جاہل و عالم، دیہاتی و شہری، نوجوان و بوڑھا، مرد و عورت، غرض ہر طبقہ اور ہر حیثیت کا آدمی یکساں متاثر و مستفید ہوتا رہا اور اب بھی مستفیض ہوسکتا ہے۔

انوارِ نبوت سے اب تک دن رات میں اک تابانی ہے
اے مہرِ درخشاں کیا کہنا، اے شمعِ شبستاں کیا کہنا

اور ان سب کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو کامل و مکمل دین، نا قابلِ ترمیم و تنسیخ شریعت اور معراجِ کمال تک پہنچانے والا بہترین اسوۂ حسنہ دے کر مبعوث فرمایا جو تمام عالم کی ہدایت اور رہبری کے لیے بھیجے گئے۔ چونکہ آپ وحیِ الٰہی مہبط اور خداوند تعالیٰ کے مخاطب اور احکامِ خداوندی کے سب سے پہلے تعمیل کنندہ اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے خواہاں اور سب سے بڑھ کر حق تعالیٰ کے فرمانبردار اور مطیع تھے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کے لیے مکمل نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا تھا لہٰذا وہی سب سے بہتر وحیِ الٰہی کے منشاء و مراد کے سمجھنے اور سمجھانے والے تھے۔ اور اسی لیے آپ ﷺ کی اطاعت عین خدا تعالیٰ کی اطاعت ہے اور آپ ہی کے مکمل نمونے کی پیروی سے دینِ حق دنیا میں قائم ہے۔ آپ کا ہر ایک حکم دین کے معاملے میں ایسا ہی واجب التعمیل اور ضروری ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا حکم۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کا ہر ایک حکم خدا تعالیٰ ہی کے منشاء کے ماتحت ہوتا تھا، خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف آپ کسی کو کوئی حکم نہیں دیتے تھے۔ اگر کسی موقع پر آپ سے کوئی اجتہادی لغزش سرزد ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ تنبیہ نازل فرما کر اصلاح فرما دیا کرتے تھے اور اس لغزش پر آپ کو ہرگز برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔

آپ کے ایسے احکام کو جو قرآن کریم کے سوا ہیں وحی خفی اور حدیث کہتے ہیں۔ اور یہ ایک واشگاف حقیقت ہے کہ صحیح وحی خفی اور حدیث یقیناً وحی جلی اور قرآنِ کریم ہی کی تفسیر اور اس کی تشریح ہے، اس کی مخالف ہرگز نہیں۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر جناب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور

اتباع کا حکم دیا گیا اور آپ کی نافرمانی سے منع کیا گیا ہے کہ امت کے لیے آپ بہترین نمونہ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ۔ (پ۵۔النساء۱۱)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔''

نیز فرمایا کہ:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔

''اے رسول! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو تم میری اتباع کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔''

اور ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (احزاب)

''مسلمانو! تمہارے واسطے جناب رسول اللہ کا طرزِ عمل پیروی کے لیے بہترین نمونہ ہے۔''

غرض کہ جیسے آپ کی ہستی مخلوقِ خدا میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے، اس طرح آپ کا اسوۂ حسنہ بھی بے مثل اور بے نظیر ہے جس کا تمام عالم میں کوئی بدل ہی نہیں ہے۔

شرابِ خوشگوارم ہست و یارمہرباں ساقی
ندارد ہیچکس یارے چنیں یارے کہ من دارم

جس طرح قرآن کریم میں آپ کی اطاعت اور اتباع کو امت کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے اور تمام امت پر آپ کے عمدہ ترین اسوۂ حسنہ کی پیروی ضروری بتائی گئی ہے اسی طرح خود آپ نے بھی عیاں الفاظ میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ اس کی خواہش میری خواہش کے تابع نہ ہو۔ اور پروردگارِ عالم نے قسم اٹھا کر یہ حکم بیان کیا ہے کہ تیرے رب کی (یعنی مجھے اپنی ذات کی) قسم کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے تاوقتیکہ آپ کو ہر بات اور ہر معاملہ میں اپنا فیصلہ اور حَکَم تسلیم نہ کریں اور پھر دل میں ذرہ بھر تنگی محسوس نہ کریں اور آپ کے حکم کے سامنے گردنِ تسلیم خم نہ کردیں۔ **فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ۔** (نساء)

اس کے بعد بھی اگر کسی آبلہ فریب کو یہ مغالطہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کا حکم اور آپ کی اطاعت اور اتباع ہمارے لیے لازم نہیں اور آپ کے ارشادات کی حیثیت محض تاریخی واقعات کی سی ہے جن کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا تو اس ہٹ دھرمی کا علاج یہاں نہیں بلکہ کسی اور جہان ہی میں ہوسکتا ہے اور خود حالات اس کو بتائیں گے کہ دارِ فانی میں اس کا کن سے عشق و پیار تھا اور دنیا میں اس نے کیا کمایا اور کیا کھویا۔

بوقتِ صبح شود، ہمچو روزِ معلومت
کہ باکہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

☆☆☆

عیب گوئی اور عیب جوئی

عیب گوئی اور عیب جوئی سے اگر یہ مقصود ہے کہ اُس شخص سے یہ عیب جاتا رہے اور اُس کی اصلاح ہو تو کیا وجہ ہے کہ کبھی اس کے آثار کیوں نہیں پائے گئے؟ کیا کبھی کسی شخص نے صاحبِ عیب کو خطاب کر کے نہایت شفقت کے ساتھ (تنہائی میں) اُس کے عیوب پر مطلع کیا ہے؟ اور اگر نہیں کیا تو کیا محض چار آدمیوں میں کسی کے عیب کا تذکرہ کر دینا اصلاح کہلائے گا؟ ہرگز نہیں۔

حضرت رابعہ بصری شیطان کو برا نہ کہتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ جتنی دیر اس فضول کام میں صرف کی جائے اتنی دیر تک اگر محبوب کے ذکر میں مشغول رہیں تو کس قدر فائدہ ہے۔

(دعوات عبدیت صفحہ ۹۲ جلد ۱۲)

ڈاڑھی اور اسلام

مفتی ندیم احمد انصاری مفتی الفلاح انٹرنیشنل فاؤنڈیشن

ڈاڑھی پر اعتراضات نئے نہیں، لیکن پہلے یہ کام اغیار اور جہلاء کرتے تھے، اب لکھے پڑھے اور 'اپنے' بھی کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ 'اسلام ڈاڑھی میں نہیں'۔ جناب! اسلام ڈاڑھی میں نہیں، لیکن ڈاڑھی تو اسلام میں ہے! اگر اسے محض عرب کلچر کا حصہ مان لیں تو احادیث میں وارد امر کے صیغوں کا کیا جواب ہوگا؟ ایک صحابی کا نام بتا دیجیے، جو ڈاڑھی منڈاتا ہو؟ ملک میں دیگر قومیں اپنے شعار کے مطابق ڈاڑھیاں رکھتی ہیں، پگڑیاں باندھتی ہیں، انھیں کوئی نہیں ٹوکتا! لیکن مسلمان تو خود کہتا ہے: جیسا دیس، ویسا بھیس! کتنی مسلمان بچّیاں ڈاڑھی والے لڑکوں سے نکاح کرنے کے لیے راضی نہیں! ان کے مسلمان والدین بھی اس میں کوئی برائی محسوس نہیں کرتے۔ مسلمانوں کی عملی کمزوری یہاں تک پہنچ چکی کہ دینی مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے والے ڈنڈی مارنے لگے، پچھلے دنوں تادیب میں جاری لیٹر خاصا وائرل ہوا۔ جتنے منھ، اتنی باتیں! جب کہ ڈاڑھی کا ذکر قرآن مجید میں اور اس کی تاکید احادیثِ شریفہ میں صراحت کے ساتھ آئی ہے۔

جنت میں ڈاڑھی نہیں ہوگی

دنیا میں تو جو واقعی مرد ہیں، اسلام انھیں داڑی رکھنے کا حکم دیتا ہے، جنت میں آزاد ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت نبی کریم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اہلِ جنت جوان ہوں گے، ان کے جسم پر بال نہیں ہوں گے، ان کی ڈاڑھی نہیں ہوگی، مونچھیں نہیں ہوں گی، ان کی آنکھوں میں گویا سرمہ لگا ہوا ہوگا، ان کے کپڑے پرانے نہیں ہوں گے، ان کی جوانی ختم نہیں ہوگی۔ (دارمی:2826)

دس فطری امور

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں امورِ فطرت میں سے ہیں: (۱) مونچھیں کتروانا (۲) ڈاڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی ڈالنا (۵) ناخن کاٹنا (۶) جوڑ دھونا (۷) بغلوں کے بال اکھاڑنا (۸) زیرِ ناف

بال صاف کرنا (۹) پانی سے استنجا کرنا۔ مصعب (راوی) بیان کرتے ہیں کہ دسویں چیز میں بھول گیا، شاید وہ کلی کرنا ہو۔ (مسلم: 261)

رسول اللہ ﷺ کا حکم

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی مونچھیں کترواؤ اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ۔ (بخاری: 5893، مسلم: 259)۔

ایک روایت میں ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، ڈاڑھی بڑھاؤ، مونچھیں کترواؤ۔ (بخاری: 5892)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مونچھوں کو کتراؤ، ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مجوس یعنی آتش پرستوں کی مخالفت کرو۔ (مسلم: 260)

رسول اللہ ﷺ کی ڈاڑھی

کائنات کی سب سے حسین وجمیل شخصیت، سید البشر، حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک چہرے پر ڈاڑھی رکھی، اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی۔ ابو معمر روایت کرتے ہیں کہ ہم نے خبابؓ سے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں کچھ پڑھتے تھے؟ خبابؓ نے کہا: ہاں! ہم نے پوچھا: آپ کو یہ کس طرح معلوم ہوا؟ خبابؓ نے کہا: آپ ﷺ کی ڈاڑھی کے ہلنے سے۔ (بخاری: 746)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما اس بات کو ناپسند سمجھتے تھے کہ آدمی اپنے سر اور ڈاڑھی کے سفید بالوں کو اکھاڑے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے خضاب نہیں لگایا اور آپ کی چھوٹی ڈاڑھی - جو کہ ہونٹوں کے نیچے ہوتی ہے - اس میں کچھ سفید بال تھے اور کچھ کنپٹیوں اور کچھ سر میں سفید بال تھے۔ (مسلم: 2341)

ڈاڑھی کی مقدار

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے تو اپنی ڈاڑھی میں دو بار اور اپنی انگلیوں میں بھی دو بار خلال کرتے تھے۔ (ابن ماجہ: 431، ابوداود: 145)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے تو اپنے رخساروں کو کچھ ملتے،

پھر ڈاڑھی کے نیچے انگلیوں سے ڈاڑھی کا خلال کرتے۔(ابن ماجہ:432)حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ اپنی ڈاڑھی مبارک لمبائی اور چوڑائی دونوں جانب سے تراشتے تھے۔(ترمذی2762)

حضرت سماک بن یزید فرماتے ہیں، حضرت علیؓ اپنی ڈاڑھی کے اس حصے سے بال اتارتے تھے جو ان کے چہرے کے قریب تھا۔(مصنف ابن ابی شیبہ:25991)

حضرت ابن عمرؓ جب عمرہ کرتے تو اپنی ڈاڑھی مٹھی سے پکڑتے اور جو مٹھی سے زیادہ ہوتی، اس کو کاٹ دیتے۔(بخاری5892)

حضرت ابوزرعہ فرماتے ہیں، حضرت ابوہریرہؓ اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے، پھر جو حصہ مٹھی سے زائد ہوتا اس کو کاٹ دیتے۔(مصنف ابن ابی شیبہ25992)

ڈاڑھی اور بالوں کو سنوانا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے (ڈاڑھی یا سر کے) بال ہوں، اسے چاہیے کہ ان کا اکرام کرے۔(ابوداود4163)عطا بن یسار سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص-جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے-آیا، آپ نے اسے اشارہ کیا کہ مسجد سے باہر جا اور بالوں کو درست کر کے آ! وہ شخص درست کر کے آیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ اس سے اچھا نہیں کہ تم میں سے کوئی بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ ایسے آئے جیسے شیطان۔(موطا امام مالک4019)حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سر مبارک پر کثرت سے تیل استعمال کرتے تھے، کثرت سے ڈاڑھی میں کنگھی کرتے تھے اور اکثر سر مبارک پر ایک کپڑا رکھتے تھے۔(مشکوٰۃ4445)

جمہور فقہا کا مذہب

مختصر یہ کہ جمہور فقہاے حنفیہ، مالکیہ، اور حنابلہ کا مذہب اور یہی شافعیہ کے یہاں ایک قول ہے کہ ڈاڑھی مونڈنا حرام ہے، اس لیے کہ یہ ڈاڑھی چھوڑنے اور بڑھانے کے حکمِ نبوی کے مخالف ہے، اور ایک مٹھی سے کم ڈاڑھی کو تراشنے کے بارے میں علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ اسے کسی نے مباح نہیں کہا، اور مونڈنا تو اس سے زیادہ سخت ہے۔(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ35/225)

سربراہانِ عرب سے دردمندانہ گزارشات

ڈاکٹر سفر الحوالی ترجمہ: محمد اعظم ندوی

''مشہور اسلامی مفکر اور حق گو مصنف ڈاکٹر سفر بن عبد الرحمٰن الغانم الحوالی باحہ کے رہنے والے ہیں، ایک عرصہ تک جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں شعبۂ عقیدہ وادیان معاصرہ کے صدر رہے، سعودی عرب میں پچھلے پچیس سالوں سے بیداری مہم میں مصروف ہیں، اور سعودی عرب کی امریکہ اور اسرائیل سے قربت اور اس کی دیگر غیر اسلامی پالیسیوں کے سخت ناقد ہیں، دنیا بھر میں وہ ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں، The Clash Of Civilisations کے مصنف صموئیل ہنٹنگٹن نے بھی اپنی بعض تحریروں میں ان کا تذکرہ کیا ہے، ان کی اسی حق گوئی پر اس سے پہلے نوے کی دہائی میں ان کو پابہ زنجیر کیا گیا، حال ہی میں ان کی ایک انقلابی کتاب ''المسلمون والحضارۃ الغربیۃ'' (مسلمان اور مغربی تہذیب) جب انٹرنٹ پر عام ہوئی جس کے صفحات ۳۰۰۰ سے متجاوز ہیں، تو ان کو ایک بار پھر ان کے بچوں سمیت گرفتار کیا گیا، ذیل میں اس کتاب کے صرف ایک باب ''تیسری نصیحت آل سعود کے لیے'' کا خلاصہ اردو قالب میں پیش کیا جاتا ہے''۔ (محمد اعظم ندوی)

آل سعود سے میرا تعلق سرسری نہیں، بلکہ ان سے میرے گہرے روابط رہے ہیں، شاہ سلمان سے ان کی تاج پوشی سے قبل میری متعدد ملاقاتیں رہی ہیں، وزیر داخلہ امیر نائف پھر محمد بن نائف اور بھی کئی امراء کے ساتھ بارہا میری گفت وشنید ہوئی ہے۔

بہت سے لوگوں کا مجھ پر احسان ہے، جن کا میں شکر گذار ہوں، خاص طور سے آل سعود کا، جنہوں نے مجھے میرے عہدے سے سبکدوش کر کے ہر طرح کے حق سے محروم کر دیا، اور مجھے ''مردحر'' بنا دیا، آج اگر میں نصیحت کر رہا ہوں تو میرے منہ میں ایک گھونٹ پانی بھی حکومت کا نہیں جو مجھے نصیحت سے روک سکے۔

میں کسی فرد بشر کی اصلاح سے مایوس نہیں ہوں، چونکہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے، اس نے عمر بن عبد العزیزؒ کو بنی امیہ کے درمیان سے کھڑا کیا، اور متوکل کو عباسیوں سے پیدا کیا، اور کسی کی تحریروں کا پڑھنا اس کی ہر رطب ویابس مان لینے کی دلیل نہیں، میں معاصر علماء میں سب

سے زیادہ شیخ ابن باز سے اور ماضی کے علماء میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے متاثر ہوا، بایں ہمہ حق مجھے ان سے زیادہ عزیز ہے، نہ میں ان کی تقلید کرتا ہوں نہ کسی طالب علم کو ان کی تقلید کی نصیحت کرتا ہوں۔

وحی کتاب وسنت کے بعد میری سب سے پسندیدہ کتاب ذہبی کی ''سیر اعلام النبلاء'' ہے، لیکن اس پر بھی میری کچھ تنقیدیں ہیں، ہوسکتا ہے میں ان میں غلطی پر ہوں، مقصد یہ ہے کہ میری رائے میں ایک طالب علم کو اپنی رائے اور موقف کی تعیین میں آزاد ہونا چاہئے، اور پوری امت اور انسانیت کے حق میں خیر خواہ ہونا چاہئے، ان کو راہ دکھانا اس کا فرض منصبی ہے۔

مجھے آل سعود سے اختلاف ہے، لیکن میں اللہ کے حکم کے مطابق ان کا بھی خواہ ہوں اور ان کے حق میں منصفانہ باتیں کرنا چاہتا ہوں، ان کے بارے میں میں صرف اور صرف حق بولتا ہوں، ان کے ساتھ فریب کرنے والوں یا ان کے نسب پر طعن کرنے والوں اور خاندان پر کیچڑ اچھالنے والوں سے مجھے اتفاق نہیں، اور اس نصیحت پر میں ان سے کسی اجرت یا منصب یا کسی اور مادی شے کا مطالبہ نہیں کرتا، بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ وہ میڈیا میں کہیں میرا نام بھی نہیں لیں گے، کچھ باتیں ان کی ذاتیات سے متعلق ہیں، ان سے ان کی تحقیر مقصود نہیں، نہ ان پر ایسی عیب گیری جس سے وہ بری ہوں، امام احمد سے ایک شخص کے بارے میں رائے مانگی گئی، انہوں نے کہا: '' **لانسبّہ و لا نحبّہ** '' (نہ ہم اسے عار دیتے ہیں نہ اس سے پیار کرتے ہیں)۔

سچی بات یہ ہے کہ میرے پاس زبان کے سوا کوئی طاقت نہیں، اس لیے میں کہنے کے علاوہ کچھ کر بھی نہیں سکتا، اور بات ایسی ہے کہ وہ نہ کہوں تو گویا مجھ میں کوئی خیر نہیں، اور زبان ہی سے بوسیدہ تخت وتاج کے مالک اور کرم خوردہ کرسیوں پر براجمان ہونے والے خوف کھاتے ہیں، قسم کھا سکتا ہوں کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے، لیکن میں اپنے ظالم پر ظلم کرنا نہیں جانتا، ابھی اس کا دور شباب ہے، ابھی کیا حساب وکتاب ہے، اس کا حساب آخرت پر چھوڑ رکھا ہے، اس نصیحت میں سختیاں بھی ہوں گی تلخیاں بھی ہوں گی، لیکن ان کی پروا اس لیے نہیں کہ جو کچھ ہے سب اللہ کی رضا کے لیے ہے۔

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

میرا مقصد صرف منکر کا انکار ہے، میں سیاسی حریف یا حلیف نہیں جیسا کہ مجھ پر الزام ہے، نہ

میں یہ ملک چھوڑ نا چاہتا ہوں خواہ مجھے کتنی ہی اذیتوں کا سامنا ہو، اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے صبر کی ہمت دے، نہ میں ان نفوس قدسیہ سے افضل ہوں جن کو آروں سے چیرا گیا، جن کے جسم پر آہنی کنگھیاں پھیر دی گئیں، ہاں مگر عزیمت پر قائم ہوں، اور ہر قدرت رکھنے والے کو اس کی نصیحت کرتا ہوں، جو رخصت پر عمل کرے اس کو میں برا نہیں سمجھتا، اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ہمیشہ حق پر ثابت قدم رکھے، اور نفس وشیطان کے خلاف میری مدد فرمائے۔

اے آل سعود! جب میں یا اور مجھ جیسا کوئی اور تمہیں اصلاح کی دعوت دیتا ہے، اور ہم یہ بتاتے ہیں کہ کیوں کر اصلاح ہوسکتی ہے، تو ہم صفر سے چلنے کو نہیں کہتے، نہ یہ کہتے کہ کوئی اور تجربہ کلی طور پر اڈاپٹ کرلیا جائے یا اصلاح کا کوئی بنایا بنایا فارمولہ امپورٹ کرلیا جائے، بلکہ ہم اس تجربہ کی دعوت دیتے ہیں جو ہمارا خود کا تجربہ ہے، اور اس کو زیادہ دن نہیں گذرے، اور جسے آپ ہم سے زیادہ جانتے ہیں، صرف بعض منفی چیزوں کی اصلاح کرنی ہے، خاص طور سے بعض حضرات۔ حق مغفرت کرے۔ کا یہ فتوی دینا کہ گھڑی پہننا حرام، اور ٹیلی گرام کا استعمال حرام ہے، خوبصورت قسم کی گنڈیاں حرام ہیں، ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ زمانے کے ساتھ چلیں، اور اس کی مثبت اور مفید چیزوں کو اختیار کریں۔

اس مبارک جزیرہ کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے، اور اس کی برکتیں کبھی کم نہیں ہوں گی، غیر ملکی قوتیں اس کے لیے کتنا ہی زور لگالیں، یہاں کے عوام نہیں اٹھ کھڑے ہوں گے تو یہ جزیرہ خود اٹھ کھڑا ہوگا، اس کے سانپ بچھوان کو ڈس لیں گے، اس کی ریت کے صحراؤں میں ان کے طیارے گم ہوجائیں گے، اللہ ان پر ہلاکت خیز ہوائیں بھیج دے گا، ان میں ایسا مرض پھیل جائے گا جس کی تشخیص میں اطباء سر پھوڑ لیں گے، اس سے پہلے کی جنگوں میں ایسا ہوا، ایک بیماری کا نام ہی ''متلازمہ حرب الخلیج'' (Syndrom War Gulf) جس سے دوسری جنگ خلیج کے فوجی دوچار ہوئے، اور سعودی جریدہ ''الریاض'' نے واضح کیا کہ یہ صرف ایک مرض نہیں کئی نامعلوم امراض کا مجموعہ ہے۔

اللہ تعالی نے اس کو گرم صحراؤں سے گھیر دیا ہے، اور خنزیروں سے محفوظ کردیا ہے، اگر نپولین اور ہٹلر کا روس کے بارے میں یہ کہنا تھا کہ جنزل ''ٹھنڈک'' نے وہاں شکست دی، تو ہم کہتے ہیں کہ اس جزیرہ کو جنزل ''صحراء'' نے فارس وروم کی فوج کشی سے محفوظ رکھا۔

ہر حاکم کے لیے ضروری ہے کہ شرعی امامت کے سلسلہ میں جو نصوص وارد ہوئی ہیں ان کو روبہ عمل

لائے، امام وقت کا نماز وروزہ اور حج کا پابند ہونا یہ معاملہ اس کے اور اس کے رب کے مابین ہے، اس سے مجھے سروکار نہیں، لوگوں کو دو باتوں کی فکر ہوتی ہے: عدل اور امن جبکہ یہ دونوں اسلامی مفہوم کے مطابق ہوں، اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ شورائی نظام نہ قائم ہو، اور سماجی معاہدہ شرعی بیعت کی شکل میں ہو، فکری، غذائی اور سماجی امن لوگوں میں عام ہو، اور انہیں دو بنیادوں پر ہماری نصیحتوں کا دارومدار ہوگا۔

یہ ملک جس پر حکمرانی کا موقع دے کر اللہ تعالیٰ نے آلِ سعود کو آزمایا ہے۔ بڑی خصوصیات وامتیازات کا حامل ہے، مجھے اس سے ایسی محبت ہے جیسے حضور کو مکہ سے تھی، مجھے امید ہے کہ یہی ملک اس خلافت کا گہوارہ بنے گا جس کے جھنڈے تلے تمام مسلمان جمع ہوجائیں گے۔

میں نے عوام الناس کے لیے لکھا ہے، صرف آل سعود کے لیے نہیں، میرے لیے یا کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ آل سعود کے بارے میں ہی نہیں کسی یہودی یا عیسائی کے بارے میں بھی کوئی جھوٹی بات نقل کرے، یا نیتوں اور مقاصد کی کھود کرید کرے، اللہ ہی انہیں جاننے والا، اور ان سے مطلع ہے، کسی انسان پر ظلم جائز نہیں، خواہ وہ کوئی بھی ہو، جعفر الحائک کو قتل کیا گیا جسے تڑپا تڑپا کر مرنے پر مجبور کیا گیا تو دنیا نے دیکھا میرا موقف کیا تھا، میں نے محکمۂ تحقیق کے منتظم اعلیٰ تک اپنی بات پہنچائی اور اس پر نکیر کی جبکہ۔ جیسا کہ مشہور ہوا۔ وہ ایک شیعہ تھا۔

میں حکمراں خاندان سے یہ فریاد نہیں کرتا کہ بالکل اہل علم اور دیندار طبقہ کو پابہ زنجیر ہی نہ کریں بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ان کو عدالتوں میں زانی، مے نوش، اور نشہ خور افراد کے برابر کردیں لیکن اگر ان مجرموں کی رہائی ہوسکتی ہو تو ان علماء دین کی بھی ہونی چاہئے۔

جب ہم جیل میں تھے تو یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ عید کے دن قیدیوں کو تخفیف دی جائے گی، اور ان کو چھوڑا جائے گا، لیکن جیلر نے ہمیں بتایا کہ یہ حکم ہمارے لیے نہیں ہے۔

یہ اللہ کی سنت ہے کہ افتراء پردازی کرنے والے لوگ جب علماء پر طلب حکمرانی کا الزام نہیں دے پاتے تو ان پر کوئی اور تہمت لگا دیتے ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے خرق اجماع کیا، شیخ محمد بن عبدالوہاب پر تو یہ الزام دیا کہ وہ خارجی ہیں، شیخ محمد بن ابراہیم پر یہ کہ وہ خود کو مفتیٔ اعظم کا لقب دیتے ہیں، جبکہ مفتیٔ اکبر اللہ کی ذات ہے، شیخ ابن باز پر یہ تہمت کہ رسول اللہ کو

ناپسند کرتے ہیں، شیخ محمد صالح عثیمین پر یہ کہ وہ حلول کے قائل ہیں۔

اور میں جو اُن صالحین اخیار سے نہایت فروتر ہوں ان الزامات سے نہیں بچ سکا، ایک انسپکٹر نے یہاں تک مشورہ دیا کہ میرے بینک کھاتہ میں ایک خطیر رقم رکھ دی جائے اور کہا جائے کہ یہ پیسے ایران نے سفرالحوالی کو بھیجے ہیں، اور پھر غداری کا مقدمہ چلایا جائے۔

مجھے ان باتوں کی پروا نہیں، میں امریکہ اور اسرائیل سے اللہ واسطے دشمنی رکھتا ہوں، اور تا زندگی اس پر قائم رہوں گا، اور اس راستہ میں ہر آزمائش کا سامنے کرنے کے لیے تیار ہوں، خواہ مجھے قتل کر دیا جائے، کبھی میرے دل میں خیال بھی نہیں گذرا کہ میں بلادحرمین کے ساتھ۔ معاذ اللہ۔ کوئی خیانت کروں گا۔

اے آل سعود! میں تمہیں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی نصیحت کر رہا ہوں، جبکہ میں جانتا ہوں کہ بعض لوگ آپ لوگوں کے ساتھ دھوکا کر رہے ہیں، اور آپ میں سے بعض فریب کھا چکے ہیں، لیکن مجھے آپ کی عقلوں پر بھروسہ ہے کہ آپ خیر خواہ اور فریبی کو پہچاننے میں فرق کرتے ہیں۔

میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ ایک نسل گذر گئی اور علما صرف ایمان کے چند مظاہر پر بات کر رہے ہیں، سگریٹ نوشی، ڈاڑھی بڑھانے اور چمچہ سے کھانے جیسے مسائل ہی ان کے زیر بحث رہے، پھر ایک نسل آئی جس نے غیر ملکی زبانوں میں مہارت حاصل کی، اور وضعی نظریات وقوانین سے ان کو واقفیت ہوئی، اور ایسے علوم میں اختصاص کیا جن پر پہلے صرف اللہ کے دشمنوں کو اجارہ داری حاصل تھی ؛ بلکہ ان میں بعض تو ایسے بھی ہیں جنہوں نے ان ملکوں میں اعلی ڈگریاں حاصل کیں، اور وہاں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے، اور وہاں کے لوگوں سے بھی فائق ہوئے۔

اور خدا کا شکر ہے کہ یہ نسل بایں ہمہ اپنے دین پر قائم اور اسی کی دامن گرفتہ ہے، مغربی تہذیب کو جان اور سمجھ کر اور اس کے معاشروں میں رہ کر اس پر حاوی ہے، اس سے مغلوب نہیں ہے ؛ لیکن لبرل اور بے دین لوگ آج بھی پچھڑے ہوئے ہیں، الحمد للہ ہم عالمی بازاروں میں کوئی گداگر قوم نہیں، ہماری تاریخ اور تجربات ایسے ہیں جن میں ہمارا کوئی ہم سر نہیں، اگر غور کریں تو کسی اور مستعار فکر وتہذیب کی نقل اتارنے کی ہمیں ضرورت ہی نہیں، جو ہمارے پاس ہے بہت کافی ہے۔

اور مجھے امید ہے کہ آپ ان عوام کی نرمی سے دھوکہ میں نہیں رہیں گے، اور یہ نہ سمجھیں کہ خاموشی رضامندی ہے، زیادہ تر یہ خاموشی صبر یا مجبوری کی وجہ سے ہے، لوگ ہتھکڑیوں اور زنجیروں سے

ڈرتے ہیں، جب کہ حق گوئی موت کو قریب یا دور نہیں کرتی، موت اپنے وقت پر ہی آئے گی۔

اے آلِ سعود! تمہارا معاملہ بالکل جداگانہ ہے، تم قریش میں سے نہیں جن کو نص کے مطابق حکومت کا زیادہ حق اور اختیار ہوگا، اور نہ ہی حمیر کے ہو کہ فساد زمانہ کے وقت جن کے پاس حکومت چلی آئے گی، یہ حکومت تو غلبہ اور مجبوری کی حکومت ہے، اور واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ سعودی عرب کی موجودہ سیاسی پالیسیوں میں تبدیلی کی ضرورت ہے، تمہیں جو دولت عطا کی گئی ہے وہ اب تک ضائع ہو رہی ہے؛ بلکہ یہ کہوں تو غلو نہ ہوگا کہ تمہارے خلاف استعمال ہو رہی ہے، لیکن افسوس کہ عوام ہر طرح کی مصیبت صرف دین وعقیدہ کے لیے برداشت کر رہے ہیں۔

وہ اربوں ڈالر جن پر سیسی نے قبضہ کیا اس کو بشار کی تائید سے نہیں روک سکے، وہ آج تک عرب اتحاد میں شامل نہ ہوا؛ بلکہ اس سے خطرناک بات یہ ہے کہ اس نے حوثیوں کی ہتھیاروں سے مدد کی، یہ بھی ثابت ہو گیا، یہی حال لبنانی فوج کے ساتھ ہوا جن پر شیعہ حزب اللہ غالب ہے، اور تم مستقبل کی لہروں کا رخ پھیرنے لیے مسلسل گھاٹے کا سودا کرتے جا رہے ہو، خلیج میں بھی تمہاری ایسی ہی صورتحال ہے، جس نے قطر، کویت اور عمان کو ایران کی گود میں ڈال دیا، اس وقت ایران کی اہم بندرگاہ دبئی بن گیا، گویا تم ایرانی سیاست کی تائید کر رہے ہو اور اس کے لیے ہدیے پیش کر رہے ہو، خاص طور سے اس کی اسرائیل نوازی کی کوشش میں اس کا ساتھ دیا جا رہا ہے؛ حالانکہ اس کا اور اس کے حلیفوں کا جھوٹا نعرہ ہے: ''**الموت لاسرائیل و النصر للاسلام** ''(اسرائیل کے لیے موت اور اسلام کے لیے نصرت) اس لیے کروڑوں مسلمان اس کو سچا مان رہے ہیں۔

ایسے ہی داخلی سیاست میں بھی تمہیں کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے، جو نصیحت کر سکے اور تمہارا بہی خواہ ہو، ورنہ اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ کہیں میری آنکھوں کے سامنے اور ''**هيئته كبار العلماء** '' اور تمہارے روبرو عوام کی خاموشی کا باندھ ٹوٹ پڑے۔

یہ بات ہرگز نہ بھولیں کہ صبر کی بھی ایک حد ہوتی ہے، اور صبر کرنے والا بھی ایک مرحلہ میں پھٹ پڑنے کو تیار ہوتا ہے، کتنے ہی صبر کرنے والے ایسے ہیں جن کے اندر اندر غصہ کا لاوا پک رہا ہوتا ہے، آپ کے بہت سے محبت کرنے والے مقربین کا حال یہ ہے کہ اگر ان کی ایک مہینہ کی تنخواہ روک دی جائے تو ان کا اصل چہرہ سامنے آجائے، ان کا مقصد صرف اور صرف ادنی مادی فوائد کا حصول ہے اور

کچھ بھی نہیں۔

یہ بھی ہرگز نہ بھولیں کہ لبرل افراد بہ ظاہر آپ سے بعض چیزوں میں جتنا بھی اتفاق کر لیں وہ دوسرے مقاصد کے لیے کام کرتے ہیں، جیسا کہ آپ نے امارات کے ساتھ اتحاد کر لیا جبکہ ''ہادی'' کا کہنا ہے کہ وہ ایک مقبوضہ حکومت ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ ان کے مقاصد آپ سے کتنے مختلف ہیں۔

تم نے محمد جلال کشک کو سات ملین دے دئے، آج اس کی مالیت اس سے بھی زیادہ ہے، کیوں دیئے؟ تاکہ وہ سعودی سسٹم کا شرعی جواز فراہم کرے اور اس کو تم نے کھلی چھوٹ دی کہ جس سے چاہے اور جو چاہے سوال کرے؛ جبکہ وہ سرکاری اعلان کے مطابق اجنبی ہے، سعودی شہری نہیں۔

ایک ایسے وقت میں تمہیں یہ نصیحت لکھ رہا ہوں جبکہ تم ایک بڑے معاشرتی انقلاب اور جدید سعودی مملکت کے قیام کے لیے تیار ہو جیسا کہ احمد بن عثمان تویجری نے کہا تھا، تبدیلی اور انقلاب ضروری ہے، یہ اللہ کی سنت ہے؛ لیکن کاش یہ خوب سے خوب تر کی طرف ہو نہ کہ خوب سے ناخوب کی طرف۔

سعودی عرب اس وقت دوراہے پر ہے، یا تو اسلامی نظام پر قائم رہے جس کا لازمی نتیجہ اس بات کا صاف انکار ہے کہ سعودی ایک سیکولر ملک ہے، اور میں اس کی نصیحت کرتا ہوں، دوسرے یہ کہ سعودی عرب سیکولر اسٹیٹ میں تبدیل ہو جائے، امریکہ، اسرائیل، اور امارات کو اس پر راضی کرنے میں لگا رہے، یا تو ایمان کا خیمہ بنا رہے یا نفاق کا کیمپ بن جائے، خدانخواستہ داخلی سیاست میں اگر آخر الذکر کو اختیار کیا گیا تو اسلام اسی طرح کھرچ کر پھینک دیا جائیگا جیسا کہ خارجی سیاست میں ہوا، اللہ کے غضب، عوام کے غصہ اور اس کے ردعمل سے ڈرنا ضروری ہے۔

آزادی کا مفہوم یہ نہیں کہ ارتداد کا راستہ کھول دیا جائے، جو اپنا دین بدل دے اس کی سزا قتل، جو گستاخ رسول ہو اس کی سزا بھی اس سے کم نہ ہو، جو صحابہ کے ساتھ دشنام طرازی کرے اس کی بھی تعزیر کی جائے۔

معاشی ترقی مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، اپنی معاشرتی ترجیحات کے تحفظ کے ساتھ اقتصادی ترقی ضروری ہے، اور یہ دونوں کوئی متضاد نہیں، اور معاشی ترقی کچھ کام کی نہیں اگر محکمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اپنا کام چھوڑ دے، علما اور دانشور موجود ہیں؛ لیکن عالمی پیمانہ پر شوشل میڈیا وغیرہ کی برائیاں کہاں سے کہاں تک پہونچ گئیں؛ لیکن اس سلسلہ میں کوئی بے چینی نہیں، کوئی قانون سازی نہیں۔

صرف ایک فیصلہ ملک کی سیکولرآبادی کی مرضی پر ہورہے ہیں، ملک کی تشکیل، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ مسئلہ صرف سیاحت اور تفریح کی چھوٹ کا نہیں، مسئلہ شیخ عبدالوھاب والی توحید کی تعریف کو بدلنے کا بھی نہیں ہے، بلکہ معاملہ دین اور لادنیت کی کشمکش کا ہے؛ بلکہ توحیداور شرک کی کشمکش کا ہے۔

اے آل سعود! تمہارا خاندان اصلا دین دار اور عام عرف میں مطوع ہے، تمہارے قانون کا مرجع دین ہے، لادینیت نہیں، اس لیے خود کو خدا کے دشمنوں کی راہ پر نہ ڈالو، تم سب یا تمہارے علاوہ جس سے بھی غلطی ہوجائے اس کو دین کی روشنی میں سمجھا ناممکن ہے، دین سے جنگ کرکے نہیں، مثلا:

1۔ امیر خالد بن مساعد کو قتل کے بغیر سمجھا ناممکن تھا، یہ کہنا غلط ہے کہ اسے ریاض پولیس کے چیف ابن بلال نے قتل کیا، خاندان آل سعود کے کسی فرد کو کوئی پولیس والا خود سے ہاتھ لگادے یہ ناممکن ہے۔

2۔ امیر ممدوح بن عبدالعزیز ایک دین دار نوجوان تھا، برائیوں پر روک ٹوک اس کا مزاج تھا، اس کو تم نے ملک بدر کردیا، پھر اس کی برین واشنگ کی اور اسے غلط راستہ پر ڈال دیا، معلوم نہیں اب اس کا کیا حال ہے۔

نفاق سے بچو، خواہشات اور سیاسی مفاد کی پوجا مت کرو، قرآن نے سورہ منافقون میں یہ صاف اعلان کردیا کہ منافقین بھی زبان سے وہی کہتے ہیں جو حق ہے، اطاعت کے شرک سے بچو، جس سے امام ابن تیمیہ نے آگاہ کیا تھا، اطاعت کا شرک کھلی نافرمانی اور اعراض ہے، منہ موڑنے اور جھٹلانے میں کوئی فرق نہیں، کیا یہ خواہشات کی اتباع نہیں ہے کہ بعض علما کے فتوے اپنے ذاتی مقاصد کے لیے لیے جاتے ہیں، مثلا:

1۔ تم نے ملک سعود کو ہٹانا چاہا تو علما کا سہارا لیا۔

2۔ جب امریکی افواج سعودی عرب میں آئیں تو تم نے یہی کیا، علماء نے ان کے اس سرزمین پر قدم رکھنے اور قدم جمانے کے بعد فتوی دیا۔

3۔ جب تم نے اپنے مخالفین کو پابہ زنجیر کرنا چاہا اس وقت بھی یہی کہا کہ: ہم علماء کے فتوی پر عمل کررہے ہیں؛ جب کہ انھوں نے کبھی جیل کا تذکرہ تک نہیں کیا۔

4۔ آج معاملات کے صیغہ میں سعودی فتوی کمیٹی کا کوئی بڑا عالم نہیں، علماء ہمیشہ سے پہلے بھی

اور آج بھی ربا کے حرام ہونے کا فتوی دے رہے ہیں؛لیکن یہاں کے معاملات ربا آمیز ہیں۔

میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ فساد کو اصلاح کا نام مت دو، اس کا ایک حصہ مستقل سعودی خواتین کی پاک دامنی سے چھیڑ چھاڑ ہے، ان کو اسٹیڈیم میں داخلہ کی اجازت ہے، اس کا ایک فائدہ کپڑے کی کمپنی کو ہو رہا ہے کہ جو خاتون جس ٹیم کو سپورٹ کرتی ہے، اسی کے رنگ اور انداز کے کپڑے خرید کے اور پہن کے اسٹیڈیم میں آتی ہے، اور اس طرح یہ کاروبار چمک رہا ہے، اس پر سعودی فتوی کمیٹی خاموش ہے، چلئے خاموشی تائید سے بہتر ہے اور یہ کہنے سے بہتر ہے جیسا کہ پہلے کہہ رہی تھی کہ ولی امر زیادہ مصلحتوں سے واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دعاء براہیمی کی بدولت حج اور عمرہ کے ذریعہ بے حساب دولت عطا کر رہا ہے اور ہم سیاحوں کو راغب کرنے والے خیالی منصوبے اور پراجیکٹ میں لگے ہوئے ہیں، کیا یہ بے بصارتی اور بے بصیرتی نہیں، کیا یہ اعلی کا سودا ادنی سے نہیں، ملت ابراہیمی سے مت ہٹو کہ اس سے بڑا نادان کوئی نہیں، ''وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ''۔

مغرب نواز افراد کہیں گے کہ سعودی عرب جب انقلاب کی جانب گامزن ہوا تو ہماری احمقانہ آوازیں اس کو پیچھے دھکیلنا چاہتی ہیں، انقلاب ضروری ہے لیکن اپنی ترجیحات کا خون کر کے جو تبدیلی بھی آئے گی وہ موت کا پیغام ہے، ہم وہ قوم ہیں جس کی کچھ خصوصیات ہیں، ہم تحلیل ہو جانے والے لوگ نہیں، ہمارے پاس حرمین ہے، ایسی دولت مشرق ومغرب میں کہاں ہے؟ کوئی بتا سکتا ہے، ساری دنیا کو اسلام کی ضرورت ہے، ہمیں دنیا کی ضرورت نہیں۔

حقیقی تبدیلیوں کے سلسلہ میں اگر واقعی ہم سنجیدہ ہیں تو ہمیں بلا تاخیر اصلاح کا آغاز کرنا ہوگا، اسی میں وزراء کی اصلاح بھی شامل ہے، بعض وزراء نمازیں نہیں پڑھتے ہیں، بعض جاہل ہیں، بعض کے ہاتھ کبیرہ گناہوں سے آلودہ ہیں، کچھ وہ بھی ہیں جو پارلیمنٹ میں بدمست ہو کر داخل ہوتے ہیں، بعض ظاہر و باطن میں امریکہ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، بعض کو عقائد کا بھی پتہ نہیں کہ دوستی اور دشمنی کی اسلامی بنیادیں کیا ہیں، چنانچہ وزیر خارجہ نے بیان دیا کہ حوثی ہمارے بھائی ہیں اور ان کے ساتھ سمجھوتہ ممکن ہے۔

اسی طرح تمام سفراء اور قونصلیٹ جنرلز کی اصلاح اور ان کو دعوت دین کے کام سے مربوط

کرنا ضروری ہے، سفارت خانوں میں صرف ایک مذہبی شعبہ قائم کرنا کافی نہیں، جبکہ دوسرے شعبے سیاسی شعبدہ بازیوں کے تابع ہوں، ایران کے سلسلہ میں بھی اپنے موقف پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے، بطور خاص اس لیے کہ وہ پڑوسی ہے جیسا کہ جبیر نے کہا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ تشیع اور شرک کو تسلیم کرلیا جائے، لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اسرائیل سے دوستی ہو اور ایران کو اپنا واحد دشمن قرار دیا جائے، اگر یہودیوں کے ساتھ صرف خاموشی کا مسئلہ بھی ہوتا تو گوارا تھا لیکن یہاں تو صاف صاف ہم نوائی کا مسئلہ ہے، ایران اسرائیل سے اپنی دشمنی کے اعلان میں سچا ہو یا جھوٹا اس سے بحث نہیں، اگر وہ فلسطینی بھائیوں کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھاتا ہے تو ہمیں اس کے ساتھ ہونا چاہیے، اگر ایران سچا ہے تو اس کا ساتھ دینا شرعی فریضہ ہے، اور اگر جھوٹا ہے تو کم از کم ہمیں یہودیوں کی دشمنی میں سچا ہونا چاہیے۔

خدانخواستہ اگر ایران کی امریکہ اور اسرائیل سے جنگ چھڑ جائے تو اکثر مسلمان کس کے ساتھ کھڑے ہوں گے؟ اور عوامی مقبولیت کس کی بڑھے گی؟ ایران کی یا سعودی عرب کی؟

اس میں شک نہیں کہ شیعہ دشمنی جگ ظاہر ہے، پھر بھی کیا امریکہ اس سے بڑا دشمن نہیں، امریکہ کی فوج نے اپنے ترجمان جریدہ میں اعتراف کیا ہے کہ وہ سعودی عرب کو تقسیم کرنا چاہتا ہے، اور اسرائیل کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ جو ہر وقت مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادینے کے درپے ہے، روافض اور اہل کتاب میں ایک فرق ہے، جبکہ روافض سخت قسم کی بدعات کے مرتکب ہیں اور اہل کتاب کفر میں سرتاسر ڈوبے ہوئے ہیں، اور وہ یہ کہ روافض کے مظاہر کھردرے ہیں، اور ٹرمپ اور نتن یاہو کا مظہر نرم و لچیلا، یہ ان زہریلے سانپوں سے کم نہیں جو دیکھنے میں خوبصورت ہوں۔

امریکہ اپنی عسکری عداوت اور سعودی عرب کو تقسیم کرنے کی گھناؤنی پالیسی کے ساتھ ساتھ سعودی عرب کو اپنے نرم و نازک پنجوں سے فتح کر رہا ہے، ہر سڑک پر اس کے بینک، اس کی مصنوعات اور ماکولات و مشروبات کا چلن ہے، اور امریکی پسند و ناپسند ہی یہاں کا فیشن اور پہلی پسند بن گیا ہے۔

ہم غیر ضروری ترقیاتی منصوبوں کی باتیں کرتے ہیں، ہمارا دعوی ہے کہ ہم پورے ملک کا نظام الکٹرانک بنادیں گے، اور شاید ایک الکٹرانک حکومت قائم کرنے کے لیے کوشاں ہیں، دوسری طرف ہمارے پاس ایسے بھی علاقے ہیں جو زندگی کی بنیادی سہولتوں بجلی اور پانی سے محروم ہیں، بعض علاقوں

میں ہسپتال موجود نہیں، کہیں انٹرنٹ اور مواصلات کا نظام ٹھپ ہے، ایسے بھی علاقے سعودی عرب میں ہیں جہاں لوگ گدھوں کی سواری کر کے اپنی قریب ترین ڈسپنسری تک پہونچنے اور فرسٹ ایڈ پانے کے لیے میلوں کا سفر کرتے ہیں، اور کبھی تو ایک حاملہ عورت کی راستہ میں ہی زچگی ہوجاتی ہے، بعض علاقوں میں اب بھی لوگ لکڑی کے پل سے گذرتے ہیں جسے ''الصراط'' کہتے ہیں۔

وہاں اور تہامہ وغیرہ میں سہولیات معدوم ہیں، ساحلی ہموار علاقہ سلسلہ کوہ سروات اور بحراحمر کے درمیان سخت دشواریوں سے دوچار ہے، ان میں بعض خطوں پر ٹرمپ اور اس کی کمپنیوں کا قبضہ ہے، ان علاقوں سے بے توجہی برتنا اور ''شاہراہ فیل'' پر غیر معمولی توجہ دینا کہاں کا انصاف ہے! شاہراہ فیل سے مراد وہ راستہ ہے جدھر سے یمن کے وہ حجاج آتے ہیں جو تہامہ سے مکہ کی جانب بڑھتے ہیں، اس قوم پر تعجب ہے جو پہاڑوں کی تزئین کاری میں مصروف ہے، اور ان افراد سے غافل ہے۔

جو گذرنے کے لیے لکڑی کے کمزور خستہ پل کے علاوہ کوئی راستہ نہیں پاتے، اس المیہ کے باوجود ہم ان سے چاہتے ہیں کہ وہ تصدیق کریں کہ مستقبل تابناک ہے، اور آمدنی کے راستے کھلے ہوئے ہیں، اور تمام تر خدمات الکٹرانک ہونے جارہی ہیں۔

اپنی خارجی سیاست میں امارات سے آزاد ہوجائیں، امارات اس سے پہلے سعودی خاندان سے چھٹکارا حاصل کرنے کا اعلان کر چکا ہے، اور یہ دعوی بھی کر چکا ہے کہ سعودی عرب اس کے ایک حصہ پر قابض ہے، جبکہ آپ کی صلاحیتوں نے ثابت کردیا ہے کہ آپ ملکوں کے صدور اور وزراء کو جمع کرسکتے ہیں، آپ نے زائد از پچاس ملکوں کے سربراہوں کو ٹرمپ کی ملاقات کے لیے جمع کیا، آپ مسلمانوں کے شیرازہ کو متحد کرسکتے ہیں، امارات کا عرب اتحاد سے ملنا اس کے خاص مقاصد کے لیے ہے، ان میں ایک یمن کو یکا وتنہا کرنا اور دوسرے نام سے امریکہ کے لیے فوجی ٹھکانہ تیار کرنا ہے۔

آپ صراط مستقیم پر قائم رہیں، اور حرمین شریفین کی خدمت کو اپنے لیے سعادت سمجھیں، شاہراہ ہدایت پر چل کر اور بیت عتیق کی خدمت کر کے مسلمانوں کے دلوں کو جیتنا بھی ضروری ہے، خانہ کعبہ اور مکہ مکرمہ کی خدمت وہ شرف ہے جس میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں، دلوں کو فتح کرنا ذرائع آمدنی کو بڑھانے کے لیے سیاحتی منصوبوں پر اربوں ڈالرز خرچ کرنے سے ہزار درجہ بہتر اور ضروری ہے، بحراحمر کا پراجیکٹ مکمل کرنے سے زیادہ فکر اس کی ہو کہ ہر شہری کو رہنے کے لیے گھر مل جائے، جدہ کے تمام

محلوں میں ڈریج نظام قائم ہو، بحراحمر کو آلودگی سے پاک کیا جائے، ان پراجیکٹس کا رخ مشاعر مقدسہ کی طرف پھیر دیا جائے، رفادہ (غریب حجاج کی ضیافت) اور سقایہ (حجاج کو پانی پلانے کا نظام) قائم ہو۔

حاجیوں کا خون چوسنے کی بجائے مختلف سرکاری محکمہ جات اور اہل خیر حضرات کو حاجیوں کے اکرام اور ان کی رہائش کا انتظام کرنے کا موقع دیا جائے۔

اللہ نے حرم کے شکار کو بدکانے سے منع فرمایا ہے تو ایک مسلمان کو دہشت زدہ کرنا کتنا سنگین گناہ ہوگا، ایک امام کا دہشت کے مارے یہ حال ہوا کہ جب ایک سعودی امام کے غائبانہ میں کسی نے ایک اجنبی کو نماز کے لیے بڑھایا اور اس نے کہا: ''الاقامہ'' تو یہ بے چارہ ڈر کے مارے بھاگ کھڑا ہوا، کہ کہیں یہ اقامہ تو نہیں مانگ رہا ہے جبکہ اس کا مقصد ''اقامۃ الصلاۃ'' (نماز قائم کرنے) کی درخواست کرنا تھا۔ حرم کے بارے میں کہا گیا کہ جو وہاں داخل ہوا وہ مامون ہے تو پھر کیوں آ کر وہاں لوگ تفتیش سے ڈرتے ہیں! زمزم جس مقصد کے لیے پیا جائے اس کا علاج ہے، یہ مشترک طور پر مسلمان استعمال کرتے تھے، کبھی اس گئے گذرے دور کی طرح زمزم کو فروخت نہیں کیا گیا، وہ بھی غنیمت ہے جبکہ جو بیچا جارہا ہے وہ زمزم ہی ہو حالانکہ اس کی بھی گارنٹی نہیں، اللہ نے مکہ کو صرف سعودی مواطن کے لیے نہیں بلکہ پوری دنیا کے لیے ہدایت کا گھر بنایا ہے، اس میں باہر آنے والوں اور وہاں رہنے والوں میں کوئی فریق نہیں: "سواء العاكف فيه والباد"۔

شیبی خاندان کے علاوہ کسی اور کو خانہ کعبہ کی ''سدانت'' (خدمت) کا موقع دینا امانت میں خیانت ہے، خانہ کعبہ کی کنجی حضور ﷺ نے عثمان بن ابی طلحہ شیبی کو ہی دی تھی، غلاف کعبہ کے لیے مخصوص کارخانہ کی تعمیر کر کے احسان جتانے کے انداز میں بیان دینا درست نہیں، اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے گھر کی خدمت کا موقع عنایت فرمایا ہے، حرم کے اندر حدود قائم کرنا درست نہیں تو حرم کے حدود میں تلاشی لینا یا اقامہ کی جانچ کرنا بھی جائز نہیں ہوگا، صد عن المسجد الحرام (مسجد حرام) سے روکنے کی دو قسمیں ہیں: باضابطہ حج وعمرہ سے روکنا جس طرح مشرکین روکتے تھے، اور دوسری قسم صد عن المسجد الحرام کی یہ ہے کہ قیمتیں بڑھا کر اور خوف پیدا کر کے اور طرح طرح کے قانون بنا کر لوگوں کو حج سے روکا جائے۔

ہم کبھی امریکہ کے پاٹنر نہیں ہوسکتے، جیسا کہ نتن یاہو اور اس کے وزیر لیبرمان کا ماننا ہے، بلکہ ہم

ہمیشہ ایک دوسرے کے دشمن رہیں گے، ٹرمپ، اور صہیونیوں کی ناراضگی کوئی معنی نہیں رکھتی، یہ مسئلہ فلسطین واسرائیل یا یہود وعرب کا نہیں، روئے زمین پر بسنے والے ہر مسلمان کا مسئلہ ہے۔

علماء کی قدر کریں، یہ نہ ہوں تو حق دنیا سے ناپید ہو جائے، ابن باز اور ابن حمید کا کوئی بدل آج بھی نہیں مل سکتا، اور جو ایسا بننا چاہے اسے قید و بند کی صعوبتیں جھیلنی پڑتی ہیں، دیندار حضرات کی قدر کریں، یہ سگریٹ نہیں پیتے، نشہ آور اشیاء کا استعمال نہیں کرتے، نتیجہ کینسر اور اس جیسے امراض سے متاثر نہیں ہوتے، صحت کا اہتمام عام ہوتا ہے، علاج کے اخراجات بچتے ہیں، مفکرین اور بلند خیال حکمرانوں کی قدر کریں، افسوس ہے ان کی ناقدری ہو رہی ہے، نجم الدین اربکان، مہاتیر محمد اور رجب طیب اردوغان جیسے لوگ مشکل سے پیدا ہوتے ہیں، اور کیا ناسا کی خلائی ایجنسی میں ڈاکٹر فاروق باز جیسا سائنس داں اور کسی طبی ادارہ میں ڈاکٹر احمد قاضی سے فائق کوئی طبیب ہے؟ سیمسنگ کمپنی نے مصر وشام اور مراقش کے ماہرین کو کوریا میں کام کرنے کے لیے کیوں چنا ہے؟ ان کی قابلیت کی وجہ سے، اور کوئی وجہ نہیں۔

اور کیا مفکرین میں آپ کو عباس محمود العقاد، جعفر شیخ ادریس اور مسیری کا ہم پلہ کوئی نظر آتا ہے، اور اگر ان میں سے کوئی یورپ میں ہوتا تو آج اہل مغرب ان کے لیے کیا کیا کرتے؟ اور آپ ان کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں!

یقین کیجئے! آج بھی لوگ سعودی عرب اور وہاں کے لوگوں کی قدر کرتے ہیں، ان کے یہاں کوئی ظہران سے بھی آجائے تو اسے مکہ کا سمجھتے ہیں، مجھے ایک شخص نے کہا: آپ مکہ کے نہیں لیکن مکہ جب چاہیں جا تو سکتے ہیں، یہ کیا کم ہے، اور یہ عزت صرف حقیقی اسلام کی بدولت ہے، اس امریکی اسلام کی بدولت نہیں جسے معتدل اسلام کا نام دیا جا رہا ہے، اس لیے یہاں ہر شعبہ میں اسلامی احکام کا نفاذ ضروری ہے۔

مغربی طاقتیں بلاد حرمین کو اہل کتاب کے تابع بنا دینا چاہتی ہیں، لیکن اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا، اور ان لوگوں کی نصرت فرمائے گا جو معاشرہ کی کشتی میں شگاف ڈالنے والوں کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور ان کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آج سعودی عرب حق کے لیے سینہ سپر ہو جانے والی جماعتوں کو دہشت گرد کہہ رہا ہے جبکہ اسے

خود بڑھ کر یہودیوں کے ساتھ سب سے پہلے برسرِ پیکار ہونا چاہیے۔

تضادات سے بچو، یہ عجیب تضاد ہے کہ وزراء میں صالحین بھی ہیں اور فاسق وفاجر بھی، اور یہ بھی فساد کا مفہوم شرعی دار القضاء میں کچھ اور ہے اور اینٹی کرپشن اسکواڈ کے نزدیک کچھ اور، اور اس سے بڑھ کر دوغلا پن کیا ہوگا کہ قرآن وسنت کا الگ چینل ہے اور ساتھ ہی لہو ولعب کے چینل کی بھی اجازت ہے، ہم کہاں کے اہل توحید باقی رہے!!

ایک مسئلہ نام کا بھی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک قبیلہ کا نام اس کے کسی جد امجد کے نام پر رکھ دیا جائے، جیسے بنی ہلال، بنی خالد وغیرہ، سعودی عرب کا موجودہ نام فواد حمزہ نے رکھا جو دروزی تھا، پھر موت کے وقت گواہی دی کہ میں اہل سنت والجماعت کے عقیدہ پر ہوں جیسا کہ ان کے دوست خیر الدین زرکلی نے ''الاعلام'' میں ذکر کیا ہے، مسلمانوں نے اپنا نام ''محمدین'' یا ''محمڈن'' نہیں رکھا جیسا کہ عیسائیوں نے اپنی نسبت حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف کرتے ہوئے ''مسیحی'' یا ''عیسائی'' رکھی ہے، مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کے بسائے ہوئے شہروں کو ''عمریہ'' نہیں کہا، جیسا کہ سابق میں لوگوں نے ''شہر صدام'' اور اب ''شہر صدر'' بغداد کے قریب ایک علاقہ کا نام رکھ لیا، ایسے ہی عزیزیہ، فیصلیہ، ناصریہ، مشعلیہ وغیرہ نام رکھے گئے ہیں، ناموں کا بدلنا دنیا میں عام بات ہے، ایتھوپیا کو پہلے حبشہ کہتے تھے، موریتانیہ کو شنقیط، مصر کو جمہوریہ عربیہ متحدہ کہتے تھے، اب اس کا نام ''جمہوریہ مصر عربیہ''، تھائی لینڈ کا نام سیام تھا، سری لنکا کا نام سیلان تھا، تنجنیقا کا نام تنزانیہ ہوگیا، اس کی بے شمار مثالیں ہیں، یہاں بھی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، اس کے بعض ارکان اب بھی زندہ ہیں، اس کمیٹی نے سعودی عرب کا نام ''المملکۃ الاسلامیۃ المتحدۃ'' تجویز کیا گیا تھا، لیکن وہ تجویز ماضی کے دھندلکوں میں چھپ گئی، یہ لفظ سعودیہ کی توہین نہیں لیکن شیخ ابن باز، شیخ ابن عثیمین اور شیخ فوزان بلکہ اللجنة الدائمة للافتاء نے بھی اس کی وضاحت کی ہے کہ ملک کا نام "المملكة العربية السعودية" رکھنا غیر اسلامی عمل تھا۔

اللجنة الدائمة للافتاء کے فتاوی پر اب خال خال عمل ہو رہا ہے، اس کے متعدد فتووں پر عمل ندارد ہے، ان میں ایک فتوی اہل کفر کے جزیرۃ العرب میں داخلہ کے ممنوع ہونے کا بھی ہے، اب کہاں اس پر عمل ہے۔

اے آل سعود! اگر تم جلد از جلد تو بہ نہیں کرتے تو تمہارے ساتھ بھی وہی ہونے والا ہے جو تم جیسے لوگوں کے ساتھ اللہ کی طرف سے ہوتا رہا ہے، اور اس کا ایک انجام حکومت پر بڑھاپے کا طاری ہونا ہے، جس کے بارے میں ابن خلدون نے لکھا ہے کہ جب حکومت پر بڑھاپا طاری ہوتا ہے تو وہ زیادہ دن نہیں چلتی، شاہی خانوادہ میں نزاع باہمی اس کا ایک مظہر ہے، رسول اللہ نے فرمایا: ''اللہ کا حق ہے کہ جس چیز کو بھی اونچا اٹھاتا ہے اسے نیچے بھی گراتا ہے''

ملے عروج تو مغرور مت کبھی ہونا
بلندیوں کے سبھی راستے ڈھلان سے ہیں

☆☆☆

آپ کو روزِ قیامت سے ڈر نہیں لگتا؟

ابوبکر محمد بن خلاد الباہلی فرماتے ہیں: ایک بار یحییٰ بن سعید القطانؒ کے پاس گیا۔

کہنے لگے: کہاں تھے؟ میں نے کہا: ابن داود کے پاس تھا، کہہ رہے تھے کہ مجھے یحییٰ پر بہت ڈر لگ رہا ہے، انھوں نے جو اتنے سارے لوگوں کی روایتوں کو ترک کر دیا، ان کا روز قیامت کیا ہوگا؟

یہ سن کر یحییٰ بن سعید القطانؒ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر یوں گویا ہوئے:

''شک کی بنا پر جن کی روایتیں میں نے ترک کی ہیں یہ قیامت کے دن میرا گریبان پکڑیں، یہ مجھے پسند ہے اس سے کہ اس دن اللہ کے رسول میرا گریبان پکڑ کر کہیں: تمہارے پاس میرے متعلق روایت پہنچی تھی، تمہارا دل کہہ رہا تھا کہ روایت کرنے والے سے اسے نبی کی طرف منسوب کرنے میں وہم ہوا ہے پھر بھی تم نے اسے میری طرف منسوب کر کے روایت کیوں کر دی؟

علومِ حدیث کی اکثر کتب میں مختلف الفاظ سے یہ قصہ مروی ہے۔ مثلاً دیکھیں: الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع للخطیب البغدادی (2/91) وغیرہ۔

بے چارَہ دَاماد

ناصرالدین مظاہری

پرانے زمانے سے داماد کو بڑا حقیر، نہایت فقیر اور کوڑی کوڑی کا محتاج سمجھا جاتا رہا ہے، داماد کے ہاتھوں پر اس کی منہ دکھائی سے ہی پیسہ رکھ کر اس کی غربت اور حقارت پر مہر لگادی جاتی ہے، داماد سسرال چلا جائے تو اور سسرال والے داماد کے گھر آجائیں تو ہر صورت میں داماد کا ہاتھ ہی نیچے رہتا ہے حالانکہ حدیث شریف میں اوپر والے ہاتھ کو نیچے والے ہاتھ سے بہتر و برتر بتایا گیا ہے، داماد اگر اپنے سسرالی رشتہ داروں کے یہاں چلا جائے تو وہاں بھی لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ ایک بے چارہ آگیا ہے جس کے ہاتھوں پر جاتے وقت چند ٹکے ضرور رکھنے ہیں، داماد اپنی دامادی کے پہلے دن سے روپے پیسے پاتے پاتے سمجھ بیٹھا ہے کہ داماد کی قسمت میں صرف در در جا کر، اپنی انا کو مجروح کر کے بس لینے سے مطلب ہے، دینے والا چاہے قرض لے کر دے، سودی رقم لے کر دے، اپنا پیٹ کاٹ کر دے، داماد پر اتنی بے حسی اور دماغی طور پر اتنی بے کسی و بے بسی طاری ہو جاتی ہے کہ اس کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ دینے والے کی مالی حیثیت اور پوزیشن کیسی ہے، دینے والا اگر اپنی اوقات کے مطابق دے تو یہ صاحب اپنی اوقات پہ آجاتے ہیں حالانکہ ان صاحب نے رشتہ داری میں جاتے وقت سب سے سستے سیب، یا ایک درجن میلے کچیلے کیلے خریدے تھے جو مشکل سے چالیس پچاس روپے کے ہوتے ہیں اور واپسی میں میزبان نے اگر سو دو سو روپے دئے تو یہ پیسے کم محسوس ہوتے ہیں، تو کیا آپ کی نیت وہاں سے کچھ پانے کی تھی؟ اگر نیت ایسی تھی تو لاحول پڑھ کر خود پر دم کرلیں کیونکہ اس طرح رشتہ داری نہیں چلتی۔

داماد اپنی شادی میں بیوی کے ساتھ جہیز بھی پاتا ہے اور قسم خدا کی اس وقت تو بہت ہی بے عزتی ہوتی ہے جب داماد کے آگے ایک رومال بچھا ہوتا ہے، عورتیں آتی ہیں اور جس طرح فقیر کے آگے پیسے ڈالے جاتے ہیں داماد کی جھولی میں بھی بالکل اسی طرح پیسے ڈالے جاتے ہیں، دس بیس پچاس سو کے نوٹ ''سلامی'' کے عنوان سے بے چارہ داماد اِکٹھا کرتا ہے، اس کے ساتھی باراتی اسی داماد کی ساس کو تکتے ہیں، اسی داماد کی سالیوں کو غلط نظروں سے دیکھتے ہیں، محرم و نامحرم عورتوں کی

ویڈیوز بناتے ہیں اور فوٹو کھینچتے ہیں اور داماد کی بے غیرتی تو دیکھئے بالکل چپ سادھے نظر جھکائے سب کچھ دیکھتا رہتا ہے۔

اسی پر بس نہیں ہے آگے بھی دیکھئے ، داماد صاحبِ اولاد ہو جائے تو سسرال سے ڈھیر سارا سامان آتا ہے، نومولود کا ختنہ ہو تب بھی سسرال کی طرف نظریں ٹکی رہتی ہیں، بچے کا عقیقہ ہو تو سسرال، بسم اللہ ہو تو سسرال، یہی بچہ یا بچی شادی کے بندھن میں بندھیں تو سسرال، گویا سسرال نہ ہوئی انڈے دینے والی مرغی اور دُودھ دینے والی گائے ہوگئی کہ صبح وشام دُودھ کی آس لگی ہوئی ہے۔

یہ داماد کی غیرت کے مردہ و پژمردہ ہونے کی علامت ہے کہ ہر موقع اور ہر موڑ پر سسرال کی طرف للچائی نظروں سے دیکھا جائے۔

اور بھی سنئے کسی سالے کی شادی ہو رہی ہے تو بھی یہ صاحب ٹکٹکی باندھے رہتے ہیں کہ اس کو، اس کی بیوی کو یہاں تک کہ اس کی اولاد کو بھی لباس اور جوڑا ملے گا، نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ سالے کی سسرال سے بھی امیدیں بندھی رہتی ہیں کہ وہاں سے بھی کچھ نہ کچھ اس کو ملے گا۔

یہ سب اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے ہی خود ہر غیرت مند انسان کے لئے ناقابل برداشت ہے، آپ اپنی خودی، خودداری، خاندانی اقدار وروایات کا یوں تو جنازہ نہ نکالیں۔ انھوں نے آپ کو اپنی مرضی سے جو دینا تھا دے دیا، اب آپ خود حدیث نبوی تَهَادَوْا تَحَابُّوا پر عمل کریں، کبھی خود بھی دینے کی سنت قائم کر کے سسرال میں ایک نئی روایت کی داغ بیل ڈالیں۔ سسرالیوں کی نظروں میں اپنا وقار بلند کریں۔

جب آپ کی عادت دینے کی بن جائے گی تو لوگوں کے رویئے بھی بدل جائیں گے، نظر بھی بدل جائے گی، نظریئے بھی بدل جائیں گے اور آپ اپنے آپ کو بھی اچھا محسوس کریں گے۔

مجھے دشمن سے بھی خودداری کی امید رہتی ہے
کسی کا بھی ہو سر قدموں میں سر اچھا نہیں لگتا

☆☆☆

فتاویٰ سعیدیہ

جلد اول طباعت کے مراحل میں

(ادارہ)

حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ اپنے عہد میں مظاہر علوم سہارنپور کے صدر مفتی بلکہ مفتی اعظم اور استاذ حدیث تھے، آپ یہاں فقاہت کی آبرو اور اہل علم وفقہ کے درمیان فقہ حنفی کے ترجمان وپشتیبان تھے، آپ کی فقاہت پر آپ کے اساتذہ بالخصوص حضرت مولانا سید عبداللطیف پورقاضویؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ اور مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسعد اللہ رام پوریؒ جیسی قدآور علمی شخصیات کو مکمل اعتماد تھا، آپ کی رائے عالی دلائل وبراہین سے مزین ہوتی تھی، آپ کا ''الجواب صحیح''، کسی بھی مفتی کے لئے ''سند'' کا درجہ رکھتا تھا، یہی وجہ تھی کہ اس عہد کے زعمائے قوم وملت بالخصوص حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ وغیرہ بزرگان آپ کے فقہی رسوخ کو بصمیم قلب تسلیم فرماتے تھے۔ جمعیۃ علماء ہند کے فقہی محاضرات اور دین وملت کے حساس موضوعات پر آپ کی رائے حرف آخر رہی ہے۔

آپ نے مظاہر علوم میں ایک زمانے تک فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دئے ہیں اس لئے ایک بڑا فقہی ذخیرہ اب تک رجسٹروں میں محفوظ تھا۔ لائق ستائش ہیں مظاہر علوم کے ناظم ومتولی حضرت مولانا محمد سعیدی مدظلہ جنھوں نے ان فتاویٰ کی ترتیب واشاعت کا فیصلہ کیا، مرتب فتاویٰ محترم مفتی نوشاد احمد مظاہری کی زیرنگرانی کئی ماہر اہل علم اس کام پر مامور کئے گئے، اُن کی چندسال کی سعی مسلسل کے بعد الحمدللہ حضرت مفتی سعید احمد اجراڑویؒ کے تمام فتاویٰ تقریباً دس جلدوں میں کمپوز ہوگئے۔

کمپوزنگ، مقارنہ، پروف خوانی اور پھر تمام فتاویٰ کی تخریج، ترتیب، تبویب اور عناوین وغیرہ کا ذمہ دارانہ کام بھی الحمدللہ جاری ہے۔

اِس سلسلۃ الذہب کی پہلی جلد الحمدللہ مکمل ہوکر طباعت کے لئے پریس جاچکی ہے۔ ان شاء اللہ بہت جلد یہ قیمتی علمی وفقہی سوغات نذر قارئین باتمکین ہوگی۔